

وہ ہمسفر تھا

از قلم: عروب اکرم

مکمل ناول

وہ پھولتی سانسوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی اور اندر آتے ہی دروازہ بند کر دیا اور وہیں بیٹھ گئی جبکہ اس کے ساتھ موجود ننھا ہادی بس منہ بسور رہا تھا کیونکہ وہ اُسے اُس کی پسند کی چیزیں دلانے لے کر گئی تھی لیکن ایسے ہی واپس آ گئی تھی۔

"ماما آپ نے مجھے کھلونے کیوں نہیں لے کر دیے؟ آپ نے پڑامس (پرامس) کیا تھا لیکن پھر بھی نہیں لے کر دیے۔ وہ انکل کون تھے ماما؟" ہادی کو بس اپنے کھلونوں کی فکر تھی لیکن ساتھ ہی وہ اُس سے وہ سوال بھی کر گیا جس سے وہ خود بھاگ رہی تھی۔

اُس نے ہادی کی جانب دیکھا اور ایک سرد آہ بھر کے رہ گئی۔

"میں آپ کو دوبارہ لے جاؤں گی بیٹا ابھی تنگ نہیں کرو ماما کو" اُس نے ہادی کو ٹالنا چاہا۔  
لیکن ہادی کی سُوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی - وہ پہلے ہی کافی پریشان تھی - اس لیے اُس کا دھیان  
بٹانے کی کوشش کرنے لگی -"



"وہ ہمسفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی

کہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی --"

اُس نے گاڑی چلاتے ہوئے ریڈیو آن کیا جہاں یہ گانا لگا ہوا تھا۔ ماضی کے کئی لمحے اُس کے  
سامنے سے گزرنے لگے تب ہی اُس نے گھبرا کر بریک پر پاؤں رکھا - ٹائروں کی آواز کے ساتھ  
گاڑی رُک گئی - اُس نے ڈیش بورڈ پہ پڑا موبائل اٹھایا اور کوئی نمبر ملانے لگا - بیل جاتے ہی  
کال ریسپو کر لی گئی -"

"ہیلو ! جی کمال صاحب ایک ضروری کام تھا آپ سے -"

دوسری جانب سے کچھ پوچھا گیا اور فوراً اُس نے جواب دیا "جی آج یا کل تک میں آپ کے  
آفس آکر ساری تفصیل بتاتا ہوں۔" اور فون بند کر دیا -



صبح کے دس بج چکے تھے لیکن وہ ابھی تک نہیں اُٹھی تھی۔ زینب بیگم کی بار اُسے جگا چکی تھیں لیکن وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔ اب کی بار زینب بیگم نے پانی سے بھرا گلاس اُس کے اوپر اُنڈیل دیا جس سے وہ فوراً ہڑبڑا کے اُٹھ بیٹھی۔

"کیا ہے اماں ! سکون سے سونے بھی نہیں دیتی۔ مہینے میں تین دن کی تو چھٹی آتی ہوں گھر اُس میں بھی سکون نصیب نہیں۔" اُس نے بیزاریت سے منہ بناتے ہوئے آتی ہوئی جمائی کو روک کر کہا۔

"تو کون سا ہم پر احسان کر رہی ہو اپنا ہی شوق پورا کر رہی ہو۔" زینب بیگم چڑتے ہوئے بولیں۔

ارے کیا صبح صبح شور مچا رکھا ہے بھئی۔ کیوں اس بیچاری کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ اتنے عرصے بعد تو آتی ہے میری بیٹی۔" اظہار صاحب دونوں کی بحث کی آواز سن کر اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔

زینب بیگم کے تو جیسے سر پہ لگی اور پاؤں پہ بُجھی۔ وہ غصے میں بولیں۔ "ہاں بس ایک آپ اور آپ کی بیٹی ہی صحیح ہے باقی سب تو جیسے دشمن ہوں۔" اور پیر پختی باہر چکی گئیں۔

"کیوں تنگ کرتی ہو ماں کو؟" زینب بیگم کے جاتے ہی اظہار صاحب نے اُس سے پوچھا۔  
جس پر وہ منہ بنا کر بولی۔

"میں کہاں تنگ کرتی ہو بابا ! وہ تو خود ہی تنگ ہو جاتی ہیں" اور ساتھ میں ایک شرارتی  
مُسکراہٹ اُن کی طرف اُچھالتی ہوئی واش روم میں گھس گئی۔ اظہار صاحب بھی مُسکرا کر اُٹھ  
گئے۔ اُن کے جاتے ہی رانیہ اندر داخل ہوئی۔

"ہانی آپنی جلدی باہر آئیں اماں بڑا رہی ہیں۔" اور واپس باہر چلی گئی۔

"میں نہیں آؤں گی کہہ دو اماں کو۔" ہانی نے ماں کو چڑانے کے لیے کہا "لیکن رانیہ نے سنا  
ہی نہیں کیونکہ وہ جا چکی تھی۔"



اظہار صاحب اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ اُن کی شادی اپنی خالہ ذاد زینب بیگم سے ہوئی  
تھی۔ جو اخلاق کی بہت اچھی تھیں مگر غصے کی ذراتیز تھیں۔ لیکن پھر بھی اُن کی زندگی بہت  
خوشگوار گزر رہی تھی۔ اظہار صاحب اور زینب بیگم کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑا بیٹا  
ذولقرنین تھا جو کہ ایم۔ بی۔ اے کر کے اب فارغ ہوا تھا۔ اُس سے چھوٹی ہانی تھی جو  
بی۔ ایس کر رہی تھی اور سب سے چھوٹی رانیہ تھی جو ابھی ایف۔ ایس۔ سی میں تھی۔ ہانی  
اسلام آباد میں یونیورسٹی میں ہڑھتی تھی اور ہاسٹل میں رہتی تھی۔ اظہار صاحب کا تعلق ایک



گاؤں سے تھا جہاں لوگوں کی توجہ پڑھنے لکھنے کی طرف کم تھی۔ پھر بھی ایسے ماحول کے باوجود انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔



یار تم ہم دوستوں میں ہمیشہ سب سے لیٹ ہوتے ہو۔ مانا کہ تمہارا جو بیک گراؤنڈ ہے اُس میں تمہیں لوگوں کو اپنے آگے پیچھے گھمانے کی عادت ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اب دوستوں کے ساتھ بھی تم یہی سب کرتے پھرو۔ "زین کے آتے ہی شجاع کے ہمیشہ کی طرح شکوے شکایتیں شروع ہو چکے تھے جن کو ختم کرنا ناممکن تھا۔



زین کا تعلق وڈیروں کے خاندان سے تھا۔ زین کے والدین کا انتقال اُس کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ زین سے دو سال چھوٹا حنین تھا۔ دونوں کو ان کی دادی نے پالا تھا جن کو وہ بی جان کہتے تھے۔ حنین اپنی سڈی کے لیے لندن چلا گیا تھا جبکہ زین نے اپنی سڈی ختم ہوتے ہی اپنا بزنس سنبھل لیا تھا۔



تین دن بعد آج ہانی ہاسٹل واپس آئی تھی۔ سمیرا جو ہانی کی روم میٹ بھی تھی اور کلاس فیلو بھی اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی کیونکہ ان تین دنوں میں اُس نے اپنے پیٹ میں باتیں کیسے رکھیں یہ صرف وہی جانتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھیں اور ادھر تو معاملہ سمیرا کی منگنی کا تھا تو بھلا یہ بات وہ کیسے نہ بتاتی۔ ہانی کے آتے ہی سمیرا نے اپنے آنے والے رشتے کی روداد سنانا شروع کر دی۔ ہانی سفر کی وجہ سے تھکی ہوئی تھی اس لیے سمیرا کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ سمیرا اپنی ہی دھن میں لگن تھی جب اسے احساس ہوا کہ ہانی اس کی بات سُن ہی نہیں رہی تھی۔

"تم نے سُنائیں نے ابھی کیا کہا؟" سمیرا نے آنکھیں سُکھڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہاں میں سُن رہی ہوں" ہانی نے جھٹ سے بولا۔

"اچھا ذرا مادام بتانا پسند کریں گی کہ ابھی ابھی اس ناچیز نے کیا کہا؟" سمیرا نے بھرپور طنز کرتے ہوئے کہا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ تم نے کہا کہ۔۔۔ ایک منٹ" ہانی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیسے ٹالے کیونکہ اب سمیرا کے شکوے شروع ہونے والے تھے۔

"دیکھا تم ہمیشہ میرے ساتھ ایسا ہی کرتی ہو۔ میں تمہیں جب بھی کوئی بات بتاتی ہوں تم سنی ان سنی کر دیتی ہو۔" سمیرا ناراض ہو گئی تھی۔

"اچھا سوری نا ! آئندہ پکا والا وعدہ ایسا نہیں کروں گی۔" ہانی نے اُسے مناتے ہوئے اس کے گلے میں بازو حائل کرتے ہوئے کہا۔

"تم ہر بار یہی وعدہ کرتی ہو اور پھر توڑ دیتی ہو۔ جاؤ اب سے میں تمہیں کوئی بات نہیں بتاؤں گی۔" سمیرا منہ بناتے ہوئے بولی۔

"ہاں پتہ ہے تم بھی ہر بار یہی کہتی ہو اور پھر بھی بتاتی ہو۔" ہانی نے آرام سے اُس کی دھمکی پر پانی پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ! ہاں میری قسمت کہ تمہارے علاوہ میری کوئی دوست جو نہیں ہے۔" سمیرا روہانسی ہوتے ہوئے بولی۔

"اچھا یار اب بس بھی کر دو آج اتنے دنوں بعد ملی ہو اور یوں ناراض ہو گئی ہو۔" ہانی نے اُسے مناتے ہوئے یوں کہا جیسے بیچاری صدیوں کی بچھڑی آج مل رہی ہوں۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن یہ آخری بار تھی۔ اب ایسا کیا تو میں دوبارہ بات نہیں کروں گی۔" یہ ان دونوں کا معمول تھا ہر بار بات ایسی دھمکیوں پر ختم ہوتی اور پھر سے وہ دونوں ٹھیک ہو جاتیں



موبائل کو واپس ڈیش بورڈ پر رکھ کر سیٹ کی پشت پر سر رکھ کے اُس نے آنکھیں موند لیں اور آج دن کو ہونے والے واقع کے بارے میں سوچنے لگا۔ یک دم کسی خیال کے تحت اُس نے آنکھیں کھولیں اور ہلکے سے مسکرا دیا۔ اب گاڑی اسٹارٹ کر کے اُس نے اپنے فلیٹ کی طرف موڑ لی اور کمال صاحب کی طرف جانے کا ارادہ کل پر ملتوی کر دیا فلیٹ پر پہنچ کر اُس نے دروازہ کھولا اور سامنے بنے چھوٹے سے لاؤنج میں پڑے صوفے پر گرنے کے سے انداز میں کیٹ گیا اور آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگا۔



شجاع نے سب دوستوں کو اپنی شادی کی ٹریٹ دینے کے لیے اپنے فارم ہاؤس پہ بلایا ہوا تھا۔ پارٹی رات کو کافی دیر سے ختم ہوئی۔ سب اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے تو زین بھی شجاع سے اجازت لینے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔



"چل یار اب اجازت دے پھر ہوگی ملاقات۔" زین نے شجاع سے اجازت لی لیکن انداز ایسا تھا گویا اطلاع دے رہا ہو۔

"ہاں پوچھ تو ایسے رہا ہے جیسے میں روکوں گا ادا تو رک جائے گا۔" شجاع نے اُس کے اطلاع دینے والے انداز پر سُنک کر کہا جس کا زین نے کوئی اثر نہیں لیا اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ شجاع بس اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے لگے دن زین کی آنکھ کافی دیر سے کھلی۔ سامنے لگی وال کلاک پر ٹائم دیکھا تو دن کے ایک بج رہے تھے۔ وہ اُٹھ کے واش روم میں فریش ہونے چلا گیا۔ نہا کر باہر آیا تو صوفے پر بیٹھ کے اپنے نوکر کو آواز دینے لگا۔

"کرم دین ! میرا ناشتہ روم میں ہی لے آؤ۔" اتنے بڑے گھر میں وہ اکیلا ہی رہتا تھا اس لیے جب دل کرتا تو کھانا کمرے میں کھاتا اور جب دل کرتا ڈاسٹنگ ہال میں۔ کرم دین کو ناشتے کا کہہ کر اُس نے موبائل اُٹھا کر دیکھا تو حویلی سے بارہ کالز آئی ہوئی تھیں۔ زین نے واپس حویلی کال کی اور سب ٹھیک ہونے کی دُعا کرنے لگا۔ پہلی بیل جاتے ہی کال رسیو کر لی گئی۔

"ہیلو ! جی چچا سائیں سب خیریت تو ہے نا؟" زین نے چھوٹے ہی پوچھا۔ دوسری طرف کا جواب سُن کے وہ کافی پریشا پریشان ہو گیا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی نکل رہا ہوں آپ بس اُن کا خیال رکھیے گا۔" یہ کہتے ہی زین نے بیڈ کے سائڈ ٹیبل پر پڑی چابیاں اٹھائیں اور ناشتہ کیے بغیر باہر نکل گیا۔



وہ رات کو کافی دیر سے سوئی تھی۔ بازار سے واپس آنے کے بعد ہادی نے اُسے بہت تنگ کیا تھا۔ اس لیے آج اُس کی آنکھ تھوڑی دیر سے کھلی تھی۔ ٹائم دیکھا تو آٹھ بج رہے تھے۔

"اوہ ! آٹھ بج گئے۔" وہ خود کلامی کرتی ہوئی بیڈ سے نیچے اُتری اور فریش ہونے واش روم چلی گئی۔ فریش ہو کے کر باہر آئی تو آفس کے لیا تیار ہونے لگی۔ بالوں میں برش چلاتے ہوئے اُس کی نظر سوئے ہوئے ہادی پر پڑی۔ اُسے دنیا جہان کی معصومیت ہادی کے چہرے پر دکھائی دی۔ کل وہ کتنا خوش تھا بازار جاتے ہوئے لیکن وہاں ہوئے حادثے کی وجہ سے اس کا موڈ سارا وقت خراب رہا۔ وہ بے اختیار آگے بڑھی اور ہادی کا گال چوم لیا۔ جس سے وہ تھڑا کسمسایا تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹی کہ کہیں وہ جاگ نہ جائے کیونکہ اگر وہ جاگ جاتا تو اسے آفس نہیں جانے دیتا۔ وہ ہادی کو سویا ہوا چھوڑ کر باہر آ گئی۔

"ناشتہ تیار ہے؟" اس نے رشیدہ خالہ سے پوچھا۔

"جی بیٹا بس تیار ہے ابھی لائی دو منٹ۔" رشیدہ خالہ رسان سے بولیں اور ناشتے کی ٹرے سجانے لگیں۔

رشیدہ خالہ اس کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔ جوانی میں ہی بیوہ ہو گئی تھیں۔ اولاد بھی نہیں اور سہارا دینے والا کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ لوگوں کے گھروں میں کام کر کے گزارا کرتی تھیں۔ جب چار سال پہلے وہ انہیں ملی اور اس کے بعد سے وہ اُسی کے ساتھ رہنے لگیں۔

"ٹھیک ہے خالہ میں اب چلتی ہوں آفس۔ ہادی جاگ جائے تو اُسے بھی ناشتہ کروا دیجئے گا۔ اور جب تک میں واپس نہ آؤں دروازہ مت کھولے گا اور نہ کسی کو اندر آنے دینا۔" وہ انہیں تاکید کرتی باہر کی جانب چل دی۔

زین گاڑی تیزی سے ڈرائیو کرتا حویلی کی جانب جا رہا تھا۔ یہ دو گھنٹے کا سفر اسے دو صدیوں جتنا لگ رہا تھا۔ ایک ایک پل مشکل سے کٹ رہا تھا۔ آخر کار وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا اور حویلی کے سامنے پہنچ کر اُس نے ہارن بجایا جسے سُن کے چوکیدار نے فوراً ہی گیٹ کھول دیا۔ گاڑی

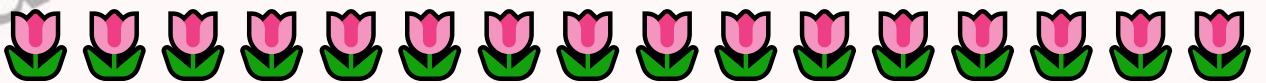
عجلت میں پارک کر کے نیچے اُترا اور جلدی سے مردان خانے سے ہوتے ہوئے حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی چچا سائیں اُسے سامنے ہی کھڑے ملے۔

"آگے زین بیٹا۔ میں کب سے تمہارا ہی انتظار میں رہا تھا۔" اُس کے آتے ہی سجاول صاحب جو کہ زین کے چچا تھے فوراً ہی بولے۔ جس کا جواب زین نے گردن کو ہاں کی صورت میں ہلا کے دیا اور چلتے چلتے ہی سوال کیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بی جان کی؟"

"ڈاکٹر نے چیک کیا ہے ٹانگ میں فریکچر آیا ہے۔ مکمل بیڈ ریسٹ کا کہا ہے۔ اور تاکید کی ہے کہ ایک ہفتے تک ان کو چلنے پھرنے نہ دیا جائے۔" سجاول سائیں نے اُس کے ساتھ ہی چلتے چلتے جواب دیا۔

"یہ سب ہوا کیسے؟ نوراں کہاں تھی؟ اُسے خاص تاکید کی تھی کہ اُن کے ساتھ رہے پھر بھی لاپرواہی کی اُس نے۔" زین غصے میں نظریں یہاں وہاں دوڑاتے ہوئے بولا۔ اور بی جان کے کمرے کی طرف چل دیا۔





ہانی اور سمیرا کے فائنل ایگزامز ہو رہے تھے۔ اور ان دنوں وہ بہت بڑی تھیں۔ آج ان کا پہلا پیپر تھا۔ پیپر دے کر باہر آئیں تو سمیرا نے ہانی سے کہا۔

"یار چلو کینٹین سے کچھ کھالیں۔ میرے تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر اور یہاں رُکی تو ایسا نہ ہو باہر ہی آجائیں۔"

"ہاں چلو یار مجھے بھی بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

ہانی نے بھی فوراً سمیرا کی تائید کرتے ہوئے کہا اور دونوں کینٹین کی طرف چل دیں۔ اپنا آرڈر دے کر وہ دونوں قدرے ایک کونے میں پڑی میز کی جانب گئیں اور وہاں رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ جب دفعتاً سمیرا کو کچھ یاد آیا اور اُس نے ہانی کو مخاطب کیا۔

"سنو ہانی میری ایک کزن نے بتایا ہے کہ اگلے ہفتے میں یہاں کوئی ایگزیمین لگنے والی ہے اور بہت بڑی بڑی شخصیات آنے والی ہیں۔"

"تو ! پھر ہم کیا کریں؟" ہانی نے نا سمجھی سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب ہم کیا کریں؟ ہانی تم کتنی بے وقوف ہو۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔" سمیرا نے شاک سے کہا۔

"اس میں اب بے وقوفی والی کون سی بات ہے - اب اگر کوئی ایسی ویسی بات ہے بھی تو مجھے کیا پتا چلے گا جب تک تم بتاؤ گی نہیں -" ہانی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا -

"سنو اور میری بات غور سے سمجھو میں سے کہا وہاں بڑی بڑی شخصیات آنے والی ہیں۔ اس نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تو؟" ہانی نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا -

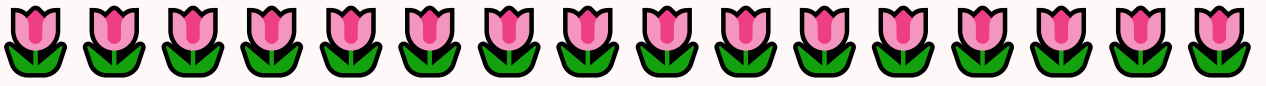
جس پر سمیرا اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے شریر انداز میں بولی -

"تو یہ کہ میں سوچ رہی تھی کہ ہم وہاں جائیں گے میری تو ویسے منگنی ہو گئی ہے کیوں نہ ہم تمہارے لیے وہاں کوئی لڑکا ڈھونڈ لیں -"

سمیرا کی اس بے تکی بات پر ہانی سر تا پیر سُلگ گئی اور پاس پڑا بیگ اٹھا کے سمیرا کے سر پر دے مارا -

"سمیرا حد ہوتی ہے - کیا بے ہودہ مزاق تھا - میں پریشان ہو گئی تھی کہ پتا نہیں کیا ہو گیا -"

ہانی نے غصے سے کہا - جبکہ سمیرا اپنا سر سہلاتے ہوئے منہ پھلا کر بیٹھی رہی - لیکن دونوں یہ نہیں جانتی تھیں کہ اس ایگزٹیشن میں جانے کے بعد ان کی زندگی پوری طرح بدلنے والی تھی -



رشیدہ خالہ کو ہدایت کرتے ہوئے وہ گھر سے باہر نکل آئی اور بس سٹینڈ کی طرف چل دی۔  
پوسٹ پر پہنچ کر وہ بینچ پر بیٹھ گئی اور بس کا انتظار کرنے لگی۔ ایک بس وہ پہلے ہی دیر سے  
اُٹھنے کا وجہ سے مِس کر چکی تھی۔ بینچ پر بیٹھ کر وہ یہاں وہاں جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی کہ  
اچانک ایک گقمزی اُس کے سامنے آکر رُکی تو اس نے بے اختیار گاڑی کی طرف دیکھا اور گھبرا  
گئی۔

"اگر وہ ہوا تو؟ اگر اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو!" اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی  
- اور اس سے پہلے وہ کچھ اور سوچتی - گاڑی سے کوئی اُترا اور چلتے ہوئے اس کے پاس آیا اور  
اسے مخاطب کر کے بولا۔

"مِس حمزہ آپ یہاں پر! لگتا ہے آپ کی بس مِس ہو گئی ہے۔ آئیں میں بھی آفس ہی جا  
رہا ہوں آپ کو بھی ساتھ لے چلتا ہوں۔"

"وہ جو کسی اور کا ہی سوچ کر رُخ نیچے کیے آنکھیں زور سے بند کیے بیٹھی تھی۔ کہ شاید وہ جو  
بھی ہے اُسے پہچان نہ سکے آنے والے کی آواز ہر فوراً چونک کر اس کی جانب دیکھا اور سکون کا  
سانس لیا۔"

"سر آپ یہاں؟" حمزہ نے بجائے جواب دینے کے اُلٹا اس سے سوال کیا۔

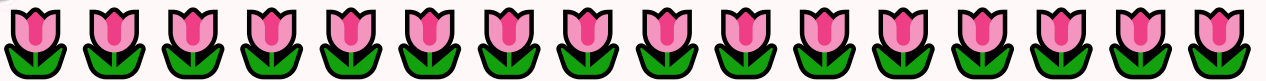
"جی میرے گھر کی طرف یہی راستہ جاتا ہے۔ لیکن آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" جواب دیتے ہوئے حسان نے سوال کیا۔

"جی سر میرا گھر بھی یہاں قریب ہی ہے۔ بس کا انتظار کر رہی تھی۔" اس نے رسان سے جواب دیتے ہوئے بتایا۔

"چلیں پھر ساتھ ہی چلتے ہیں۔ میں بھی تو آفس ہی جا رہا ہوں۔" حسان نے اسے آفر دی۔ جسے وہ منع کر رہی تھی۔

"نہیں سر! آپ تکلیف نہ کریں میں آ جاؤں گی۔" اس نے سہولت کے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"کم آن مس حمزہ، اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔ ہم دونوں نے ایک ہی جگہ جانا ہے۔" حسان نے اس کے انکار کو کسی کھاتے میں نہ لاتے ہوئے کہا اور وہ بس خاموشی سے اُٹھ کر اس کے ساتھ چل دی





زین کمرے میں داخل ہوا تو سجاول سائیں باہر ہی رُک گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دادی پوتا اپنے بیچ کسی دوسرے کی مداخلت برداشت نہیں کرتے۔ وہ اندر داخل ہوا تو بی جان بستر ہر آنکھیں موندے لیٹی تھیں۔ دروازے کی آہٹ سُن کے انہوں نے آنکھیں کھولیں اور زین کو دیکھ کر ہولے سے مسکرا دیں۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اُن کے قریب بیڈ پر بیٹھ گیا اور ان کا ہاتھ تھام کر اُن کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا جہاں تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

"کتنی بار آپ سے کہا ہے کہ اپنا خیال رکھا کریں۔ لیکن آپ کو پتا نہیں مجھے پریشان کر کے کیا سکون ملتا ہے۔" وہ ان کا ہاتھ تھامے شکوہ کر رہا تھا۔

"اور میں نے بھی تم سے کتنی بار کہا ہے کہ اب بوڑھی ہو گئی ہوں۔ اکیلے دل نہیں لگتا کمرے میں بیٹھ بیٹھ کر دل گھبرانے لگتا ہے۔ ایک پڑھائی کے بہانے باہر چلا گیا اور دوسرا شہر سے باہر رہتا ہے یہاں مجھ بوڑھی کے پاس کون لیے۔ تم آ جاؤ تو دل لگ جائے۔" وہ بھی اسی کی دادی تھیں بھلا اتنی آسانی سے اپنی غلطی کیونکر مانتیں۔

"تو آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ میرے ساتھ چلیں مگر آہ مانتی ہی نہیں۔" وہ بھی حساب برابر کرتے ہوئے بولا۔

"میرے مرحوم شوہر نے اپنی ساری زندگی اسی گاؤں میں گزاری۔ میرا بیٹا اور بہو یہیں دفن ہیں میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔" بی جان جذباتی ہو کر بولیں۔

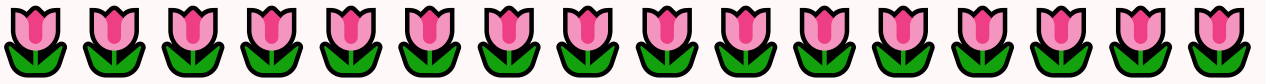
"اچھا اچھا ٹھیک ہے میں آپ کو کہیں نہیں جانے کا کہتا۔" وی ان کی جڑباتیت دیکھ کر بولا

"اگر میری اتنی فکر ہے تو میری بات مان کیوں نہیں لیتے۔ شادی کر لو تمہارا خیال رکھنے والی آ جائے گی تو مجھے بھی تمہاری طرف سے سکون ہو گا۔ میں بھی تمہاری خوشیاں دیکھنا چاہتے ہوں۔ تمہارا گھر آبادیو گا تو میں بھی سکون سے مر سکوں گی۔" انھوں نے ہمیشہ کی طرح اسے شادی کا مشورہ دیا اور ساتھ ایوشنل بلیک میل کیا۔

"اسی وجہ سے میں حویلی کم آتا ہوں ایک تو شادی کی رٹ اور دوسرا مرنے کی باتیں۔ میری خوشی دیکھنی ہے تو دیکھیں میں ایسے ہی بہت خوش ہوں بس آپ اپنا خیال رکھا کریں میں اسی سے خوش ہو جاؤں گا۔" وہ ان کی شادی والی بات ہر زچ ہوتے ہوئے بولا۔

"دیکھو زین میں اب بوڑھی ہو چکی ہوں۔ میرا کیا بھروسہ آج ہوں تو کل نہیں۔ میرا بچہ میں اپنی زندگی میں یہ فرض پورا کرنا چاہتی ہوں تاکہ تمہارے ماں باپ کو مرنے کے بعد جواب دے سکوں۔" وہ منت بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ٹھیک ہ جیسے آپ کی خوشی لیکن پلیز یہ مرنے کی باتیں مت کیا کریں۔" وہ گویا ہار مانتے ہوئے بولا۔ جبکہ دروازے کے باہر کھڑے سجاو کی آنکھوں میں زین کا شادی کے لیے مان جانے کا سُن کر ایک عجیب سی چمک اُبھری۔



آج کی صبح کا سورج بھی معمول کی طرح اُبھرا۔ وہ کب صوفے پر ہی لیٹا لیٹا سو گیا اُسے پتہ ہی نہ چلا۔ وہ اُٹھ کر جلدی سے فریش ہوا اور گاڑی لے کر کمال صاحب کے آفس کی طرف نکل گیا۔ آفس کے سامنے گاڑی روک کر نیچے اُترا اور قدم اندر کی جانب بڑھا دیے۔ وہ آفس کی طرف جا رہا تھا جب کمال صاحب کی سیکرٹری نے اُسے روکا اور پوچھا۔

"سر کیا آپ نے اپائنٹ لی ہے؟"

اس کے اس سوال پر وہ سر تاپیر سُلگ گیا لیکن غصہ ضبط کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔  
"تم جا کر کمال صاحب کو بتاؤ کہ میں آیا ہوں۔" اُس نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ سیکرٹری سر ہلاتی ہوئی اندر کی جانب چل دی اور وہ بے صبری سے اس کے واہس آنے کا انتظار کرتے ہوئے یہاں سے وہاں ٹہلنے لگا۔ 5

حمنہ شام کو گھر واپس آئی تو ہادی لان میں بیٹھا کھیل رہا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی ہادی فوراً اُس کی جانب لپکا اور اس کے ساتھ لپٹ گیا۔

"ماما آپ آگئیں۔ میں کب شے آپ کا ویت کر رہا تھا۔ (میں کب سے آپ کا ویت کر رہا تھا۔)" ہادی جو کافی دیر سے اکیلا بور ہو رہا تھا۔ ماں کو دیکھتے ہی بولا۔ حممنہ نے ہادی کو گود میں اٹھایا اور پیار سے اس کے گال سہلانے لگی جو اُس کی کُل کائنات تھا۔

"لو اب آگئی ہوں نا ماما کی جان۔ یہ بتاؤ آج سارا دن کیا کیا؟ خالہ کو تنگ تو نہیں کیا نا؟" اس نے ہادی سے پیار سے پوچھا۔

"نہیں ماما میں نے انہیں تند (تنگ) نہیں کیا۔ وہ خود مجھے تند (تنگ) کرتی ہیں۔" ہادی اپنی توتلی زبان میں معصومیت سے بولا۔ اور وہ اس کی بات سُن کے مُسکرا دی۔ کیونکہ وہ اس کی ماں تھی جانتی تھی کہ وہ کتنا شرارتی ہے۔

"آج میرا بیٹا کیا کھائے گا؟ کیا بناؤں اپنے شہزائے کے لیے؟" حممنہ پیار سے ہادی کا گال چومتے ہوئے بولی۔

"میں آسٹریم کھاؤں گا۔" ہادی نے فوراً اپنی پسند بتاتے ہوئے کہا۔ حممنہ کے چہرے پر ایک سایہ آکر گزر گیا۔ وہ ماضی کی کچھ تلخ یادوں میں کھو گئی۔ جہاں دماغ کے پردے میں ایک چہرہ اُبھرا اور ساتھ ہی ایک آواز بھی۔



"ہاں چلو آسکریم کھانے چلتے ہیں - میری فیورٹ آسکریم پارلر پر -" وہ شخص اُسے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کسی سے کہہ رہا تھا - وہ یاد کر کے تلخی سے مُسکرا دی -

"اما ! کدھر دائب ( غائب ) ہیں آپ ؟ میں کب سے آپ کو بٹا رہا ہوں " ہادی نے اسے بازو سے ہلاتے ہوئے کہا جس سے وہ خیالوں کی دنیا سے باہر نکلی اور ہادی کو دیکھ کر بس خاموشی سے مُسکرا دی -



زین کے باہر جاتے ہی سجاول سائیں بی جان کے کمرے میں گئے اور ان کے ہاس بیٹھتے ہوئے بولے -

" بی جان مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے -"

" ارے تم کب سے بات کرنے کے لیے پوچھنے لگے ؟ " بی جان حیران ہوتی ہوئی بولیں -  
کیونکہ آج سے پہلے وہ بی جان کے پاس زیادہ تو آتے ہی نہیں تھے اور اگر کبھی آ بھی جاتے تو بات کرنے کے لیے اجازت نہ لیتے تھے -

" کوئی ضروری بات ہے کیا؟ " بی جان نے انہیں خاموش دیکھ کے پوچھا -

"جی بی جان آپ تو جانتی ہیں کہ آج سے بیس سال پہلے جب ادا سائیں اور بھابی کا شہر میں ایکسیڈنٹ ہوا تھا تو میں بھی شہر میں ہی تھا اور آخری بار ان سے ہسپتال میں بھی میں ہی ملا تھا۔" وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہے تھے۔

"ہاں مجھے سب یاد ہے لیکن اس بات کو اب کیا ذکر؟" بی جان ان کے چہرے کو کھوجتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اصل میں اُس وقت ادا سائیں نے مجھے ایک وصیت کی تھی۔ جس کو بتانے کے لیے میں صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا اور اب مجھے لگتا ہے کہ وہ صحیح وقت آگیا ہے۔" وہ بہت دھیرے سے اپنی بات ان کے گوش گزار کر چکے تھے اور اب ان کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹھیک ہے ابھی تم جاؤ شام کے کھانے کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ وہ جو کہنے آئے تھے کہ چکے تھے اس لیے خاموشی سے اُٹھ کر چلے گئے۔



وہ ادھر ادھر بے صبری سے ٹھل رہا تھا جب کمال صاحب کی سیکرٹری باہر آئی وہ اسے دیکھ کر فوراً اس کی جانب لپکا۔

"کیا کہا کمال صاحب نے؟" اس نے بیزاری سے گویا فارمیٹی پوری کرنے کے لیے پوچھا۔

"سر نے آپ کو اندر بلایا ہے۔" اس نے خفت بھرے انداز سے کہا۔

"ارے آج تو بڑے بڑے کوگ آئے ہیں ہمارے آفس۔" کمال صاحب نے اسے دیکھتے ہی خوشگوار لہجے میں کہا۔

"بس کر دیں کمال صاحب اگر میں اتنا ہی خاص ہوتا تو یوں مجھے باہر انتظار نہ کرواتے۔" اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہوئے واقع کی بابت کہا۔

"اچھا بیٹھو تو اور یہ بتاؤ کہ کیا لوگے کافی یا چائے؟" کمال صاحب نے اسے بیٹھنے کے لیے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں لوں گا کمال صاحب۔ بس ایک کام تھا آپ سے اسی کے لیے آیا ہوں۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جانتا ہوں بنا کام کے تم نظر کہاں آتے ہو۔ خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیا کام ہے؟" انہوں نے شکوہ کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"بس کسی کا پتہ کروانا تھا رہائش اور نوکری اور اس کے ساتھ کون کون رہتا ہے۔ سب کچھ۔" اس نے ان کے شکوے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے نام وغیرہ کچھ پتہ ہے کیا؟" کمال صاحب نے اگلا سوال کیا۔

"جی ہاں نام کے ساتھ تصویر بھی لایا ہوں تاکہ آپ کو آسانی رہے۔ ویسے یہ کام میں خود بھی کر سکتا تھا لیکن مجھے کچھ ضروری کام بھی نمٹانے ہیں اس لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" اس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم فکر مت کرو جلد ہی پتہ کروا کہ بتاتا ہوں۔" کمال صاحب نے مسکرا کر کہا۔  
"شکریہ کمال صاحب" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے شکریہ کی کیا بات ہے کوئی اتنا بڑا کام نہیں ہے۔ تم بے فکر رہو کام ہو جائے گا۔" کمال صاحب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"چلیں پھر ملاقات ہوگی۔" یہ کہتے ہی اس نے جلدی سے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔



شام کے کھانے کے بعد بی جان نے سب کو اپنے کمرے میں آنے کے لیے کہا۔ سب جانتے تھے کہ کوئی ضروری بات ہوگی لیکن کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ضروری بات کیا ہوگی اسے لیے سب اپنی اپنی جگہ پریشان تھے سوائے سجاد سائیں کے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کیا ضروری بات تھیں بی جان نے آج کرنی تھی۔





ہانی اور سمیرا پیپرز کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ دن یوں ہی گزرتے جا رہے تھے۔ پیپرز ختم ہونے میں صرف تین دن رہ کے تھے اس کے بعد وہ دونوں اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہونے والی تھیں۔ آج بھی وہ پیپرز کی تیاری کر رہی تھیں جب اچانک سمیرا نے ہانی کی اور اپنی کتابیں بند کر کے سائیڈ پر رکھیں۔

"سمیرا یہ کیا ہتھکنڈی ہے یار صبح پیپر ہے پڑھنے دو مجھے۔" ہانی جو پہلے ہی پیپر کی ٹینشن میں تھی سمیرا کی اس حرکت سے چڑی تھی۔

"اے ہو! یار کبھی تو سیدھی طرح بات سن لیا کرو۔" سمیرا ہانی کی بات سن کر بیزاری کا بولی۔ ہانی بس اسے دیکھ کر رہ گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جب تک سمیرا اپنی بات پوری نہیں کرے گی چپ نہیں کرے گی۔

"بولو کیا ہے اب کون سی بات یاد آگئی ہے تمہیں؟" ہانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یار اس دن بھی تمہیں ایگزٹیشن میں چلنے جا کہا تھا لیکن تم نے منع کر دیا۔ پلیز وہاں چلتے ہیں۔" سمیرا نے ہانی کی منت کی۔

"دیکھو میں نے اس دن بھی منع کیا تھا مجھے ایسی فضول جگہوں پر جانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" ہانی نے صاف منع کرتے ہوئے کہا۔

"پلیز ہانی یہ ہم دونوں کا ساتھ میں آخری وزٹ ہو گا کسی جگہ کا پھر پتہ نہیں ہم کب ملیں۔  
پلیز میرے لیے مان جاؤ۔" سمیرا نے ہانی کو بلیک میل کرتے ہوئے منت کی  
"اچھا ٹھیک ہے چلے جائیں گے۔ اب موڈ صحیح کرو اپنا۔" ہانی کو سمیرا کی رونی صورت دیکھ کر  
ترس آگیا۔

"سچ ! ہانی تمھیںک یو سوچ۔ تم بہت اچھی ہو۔" سمیرا کے چہرے سے یکدم ساری  
مسکینیت ختم ہوئی تھی اور اس نے خوشی سے چیختے ہوئے اپنے بازو ہانی کے گلے کے گرد  
حمائل کیے۔

"بس زیادہ مکھن مت لگاؤ میسینی عورت۔" ہانی نے اس کے چہرے کی خوشی دیکھتے ہوئے ہس  
کر کہا۔ لیکن سمیرا نے کوئی جواب نہیں دیا وہ فی الحال اسی میں خوش تھی کہ ہانی جانے کے  
لیے مان گئی تھی ورنہ ایسا کہاں ہوتا کہ ہانی کچھ کہتی اور سمیرا جواب دیے بغیر رہتی۔

لیکن شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے ورنہ کبھی وہ ہانی کو کے  
جانے کی ضد نہ کرتی۔ مگر آنے والے وقت کے بارے میں کون جانتا ہے ؟



سب لوگ بی جان کے کمرے میں موجود تھے۔ سجاول سائیں، اُن کی بیوی سکینہ بیگم اور ان کی اکلوتی بیٹی نرمین۔ بس ایک انتظار تھا تو زین کا کہ وہ آئے تو بات شروع کی جائے۔ بی جان ملازمہ کے ہاتھوں کئی بار زین کو بلوا چکی تھیں اور اب تنگ آ کر دوباراً ملازمہ کو آواز دی ہی تھی کہ اتنے میں زین کمرے میں داخل ہوا۔

"آگئے صاحبزادے ! مجھے تو لگا اوباما کو بھیجنا پڑے گس تمہیں بلوانے کے لیے۔" بی جان نے اس کے دیر سے آنے ہرچوڑکی۔

"ارے ہمارے اتنے نصیب کہاں کہ اوباما ہمیں بلانے آئے اور ویسے کیا اس کے پاس کام کوئی نہیں ہے کیا جو وہ مجھے بلاتا پھرے گا۔" وہ بھی اُنہی کا پوتا تھا فوراً سے حساب برابر کیا۔

"اچھا چھوڑو فضول باتوں کو میں نے تم سب کو ایک ضروری بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔" بی جان نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہی جان کہیں کیا بات ہے؟" سجاول سائیں فوراً بولے۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ امید تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا" بی جان نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کے فیصلے سے بھلا یہاں کسی کو کیا اعتراض ہو گا۔ آپ گھر کی بڑی ہیں جو فیصلہ کریں گی ہم سب کو منظور ہو گا" سجاد سائیں نے بڑی مہارت سے کسی کو انکار کے لائق نہ چھوڑا۔

بی جان نے گویا زین کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔ جہاں یہ بات باقی سب کے لیے خوشی کا باعث بنی تھی وہیں زین کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا

"اگ۔۔۔ کیا ! کیا کہا آپ نے؟" زین نے خود کو تسلی دینے کے لیے پوچھا کہ شاید اس سے سُننے میں غلطی ہوئی ہو۔

"تمہارا اور نرمین کا رشتہ طے کر دیا گیا ہے۔ اس اتوار تم دونوں کی منگنی ہے اور نکاح حنین کے آنے کے بعد ہی کیا جائے گا اور رخصتی بھی۔" بی جان نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا۔ زین نے اپنے سامنے کھڑی نرمین کو بغور دیکھا۔ جدید تراش خراش کے کپڑے پہنے، شولڈر کننگ کیے اپنے انداز سے کہیں سے بھی وہ گاؤں کی لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔ زین کے ایسے دیکھنے پر نرمین نے ایک ادا سے اپنے بالوں کو ایک طرف جھٹکا اور ایک عجیب سی مسکراہٹ اس کے چہرے کو پھیل گئی گویا کہہ رہی ہو کہ آج سے تم میری ملکیت ہو۔ زین کو اس وقت



وہ ایک نظر نہ بھائی تھی لیکن وہ خاموش رہا کیونکہ یہ بی جان کی خواہش تھی اور وہ کبھی ان کی حکم عدولی نہیں کر سکتا تھا۔



آج ان کے پیپرز ختم ہو چکے تھے۔ دونوں ہی واپس روم میں آکر بیڈ پر ایسے گر گئیں گویا پہاڑ فتح کر کے لوٹی ہوں۔

"ہانی ! " سمیرا نے اسے لیٹے ہوئے ہی آواز دی۔

"ہم بولو" ہانی بھی تھکے تھکے انداز میں بولی۔

"کل ہم لوگ ایگریجیشن میں جائیں گی اور پرسوں اپنے اپنے گھر۔ تم مجھے بد کرو گی کیا؟" سمیرا اداس ہوئے بولی۔

سمیرا کے ایسے اداس ہونے پر ہانی بھی اداس ہو گئی لیکن ماحول کو خوشگوار کرنے کے لیے شرارت سے بولی۔

"میرا کیا دماغ خراب ہے؟ یا مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے جو میں تمہیں یاد کروں۔ ایک بار بس میں یہاں سے چلی جاؤں پھر دیکھنا پلٹ کر بھی نہیں دیکھوں گی۔"

"ہانی تم مر جاؤ گی میرے ہاتھوں - بہت فضول ہو تم۔" یہ کہتے ہی سمیرا نے تکیہ اٹھا کر ہانی کو دے مارا اور بس پھر دونوں ایک دوسرے کو تکیے سے مارنا شروع ہو گئیں اور ساتھ ہستی جا رہی تھیں - ان کو معلوم نہ تھا کہ زندگی ان کے ساتھ کیا کرنے والی ہے شاید ان کی آخری ہسی تھی -

کبھی کبھی وقت قبولیت کا ہوتا ہے - ہانی کو پتہ نہ تھا لیکن انجانے میں کی گئی بات شاید قبول ہو گئی تھی اور واقعی قسمت اسے پلٹ کر دیکھنے کا موقع نہیں دینے والی تھی -



وہ سڑکوں پر بے مقصد گاڑی بھگا رہا تھا - آج دو دن ہو گئے تھے اُسے کمال صاحب کو کام دیے ہوئے - مزید اس کی برداشت نہ تھی اس بارے میں سوچ سوچ کر اسکا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا - اسنے تنگ آکر کمال صاحب کو کال ملا دی - بیل جانے کے تھوڑی دیر بعد کال اٹھالی گئی -

"ارے بڑی لمبی عمریے آپ کی ابھی میں آپ کو ہی کال کرنے والا تھا -" کمال صاحب نے فوراً سے کہا -

"کمال صاحب کام ہوا کہ نہیں؟" وہی صبری سے ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا

"جی کام ہو گیا ہے۔ اسی لیے آپ کو کال کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے خود ہی کال کر دی۔" کمال صاحب نے اس کے جلدی دیکھ کر مسکراتے ہوئے بتایا۔

"اچھا پھر جلدی سے ایڈریس بتائیں اور فیملی ڈیٹیل بھی۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ٹھیک ہے میں آپ کو ایڈریس اور باقی کی ڈیٹیل سینڈ کرتا ہوں۔" اسد حافظ۔ "کمال صاحب نے کہا۔

"شکریہ کمال صاحب۔" اسد حافظ۔ "وہ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کال کاٹ گیا۔

کچھ دیر بعد اس کے نمبر پر ایک ایڈریس اور کچھ ڈیٹیلز آئیں تھیں۔ جنہیں دیکھ کر وہ مسکرایا تھا تھا خود کلامی کرتے ہوئے بولا۔

"we will met soon."

"جلد ملاقات ہوگی۔" اور گاڑی اپنے فلیٹ کی طرف موڑ لی۔



زین جب سے حویلی سے واپس آیا تھا اور شجاع کو جب سے اس کی منگنی کی پتہ چلا تھا اُس  
بیچارے کی شامت آئی ہوئی تھی۔

"تُو تو بڑا چھپا رستم نکلا۔ بنا بتائے ہی لڑکی پسند کر لی اور تو اور منگنی کی ڈیٹ بھی فکس کر  
آئے۔ بندے میں کوئی لحاظ مروت ہوتی ہے۔ بندہ کسی دوست سے مشورہ کر لیتا ہے۔" شجاع  
مسلل اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"ہاں تم نے تو جیسے شادی سے پہلے مجھ سے اجازت لی تھی نا۔" زین چڑ کر بولا۔

"اچھا تو ایسے بول کہ بدلہ لے رہا ہے۔ خیر جو بھی ہے میں تو اسی میں خوش ہوں کہ تو بھی  
جلدی قید ہونے والا ہے قسم سے تیری آزادی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔" شجاع زین کو تنگ  
کرتے ہوئے بولا۔

"یار بتایا تو ہے بی جان کا فیصلہ ہے اور میں اُن کے کسی فیصلے سے انکار نہیں کر سکتا۔  
اس لیے اب تنگ کرنا بند کر میں سے اپنی مرضی سے نہیں کیا یہ سب۔" زین نے اُسے دس  
دفع بتائی ہوئی تفصیل ایک بار پھر سے بتاتے ہوئے کہا۔



"اچھا میری بنو بس اط شرمات نہیں کرتا تنگ تجھے۔" شجاع نے پھر اسے تنگ کیا۔ طس  
زین کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا ایک زور دار مُکا شجاع کی کمر میں جڑ دیا۔ اس اچانک حملے  
پر شجاع درد دے بلبلا اُٹھا۔ اور زین ہستے ہوئے وہاں سے بھاگا کیونکہ وہ جانتا تھا شجاع اس  
دے بدلہ ضرور لے گا۔

وصیت یہ کی تھی کہ زمین ان کی بہو بنے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ گھر کی بچی باہر جائے۔ میں اب بھی اس بارے میں بات نہ کرتا لیکن زمین کی ماں پچھلے کچھ دنوں سے بہت پریشان ہے اس کے رشتے کو لے کر کیونکہ میں ادا سائیں کی بات کا پاس رکھتے ہوئے اس کا کہیں اور رشتہ طے نہیں کر رہا۔" سجاول اپنی اور بی جان کے درمیان ہموئ باتوں کو سوچ کر مسکرا رہا تھا۔ کتنی آسانی سے اُس نے بی جان کو بیوقوف بنایا تھا اور وہ مرے ہوئے بیٹے کی محبت میں ان کی آخری خواہش پوری کرنے چلی تھیں۔ ابھی اور بھی بہت سے راز صرف سجاول کے سینے میں دفن تھے۔ وہ ابھی انہی سب باتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس کا فون بج اٹھا جس سے اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

"ہاں ظفر بولو کیا بات ہے؟" سجاوِل نے اپنے خاص آدمی کا فون اُٹھا کر پوچھا۔

"سائیں یہاں شہر میں کوئی فنکشن ہے کل اور وہ لوگ آپ کو یہاں بلا رہے ہیں مہمان خصوصی کے طور پر۔" ظفر نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"تم جانتے ہو ظفر کل میری اکلوتی بیٹی کی منگنی ہے۔ میں ایسے موقع پر وہاں کیسے آ سکتا ہوں؟" سجاول سائیں غصے سے بولے۔ جس سے ظفر تھوڑا ڈر گیا لیکن ایک آخری کوشش اس نے کرنا ضروری سمجھی۔

"سائیں صرف ایک دو گھنٹے کی بات ہے۔ ویسے بھی بی بی جی کی منگنی شام میں ہے اور فنکشن دن کا ہے۔" ظفر نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا آنے کی۔" یہ کہتے ہی سجاول نے فون کاٹ دیا۔ اور پھر سے اپنی مکاری کے بارے میں سوچ کر خوش ہونے لگا۔ لیکن وہ بھول گیا تھا کہ ہر شخص کا بُرا وقت آتا ہے اور اس کا بھی آئے گا۔



زندگی معمول کی طرح چل رہی تھی۔ وہ روز صبح آفس جاتی اور آفس سے واپس گھر۔ پہلے دو دن تو بازار والے واقع کے بعد ڈری تھی لیکن پھر کوئی بھی کسی قسم کا رد عمل نہ دیکھ کر پُر سکون ہوئی تھی۔ لیکن یہ صرف اُس کا وہم تھا کہ وہ بچ گئی ہے۔ اصل میں تو اب صحیح معنوں میں

اس کا چین اُڑنے والا تھا۔ کوئی تھا جو گھر واپسی پر اُس کا انتظار کر رہا تھا جس کو دیکھ کر اس کے ہوش اُڑنے والے تھے۔

آج صبح سے ہی حویلی میں کافی چہل پہل تھی۔ پوری حویلی کو دُہن کی طرح سجایا جائے یہ بی جان کا حکم تھا کیونکہ آج ان کے لاڈلے کی منگنی تھی اس لیے کسی قسم کی کمی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ زین شجاع کے ساتھ صبح ہی حویلی جانے کے لیے نکل چکا تھا۔ اور سجاول سائیں شہر جا رہے تھے فنکشن کے لیے۔ ہانی اور سمیرا بھی ایگزٹیشن میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ سب اپنی اپنی دنیا میں مگن آج کے دن کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ آج کا سورج طلوع تو معمول کی طرح ہوا ہے لیکن غروب ان سب کی زندگیوں میں ایک نئی حل چل کے ساتھ ہو گا۔



زین اور شجاع حویلی پہنچے تو تیاریاں دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"ارے یار بی جان تیری منگنی ہی کر رہیں ہیں یا شادی بھی کہ بعد میں کہیں تو نگر نہ جائے۔"

"شجاع نے شرارت سے کہا۔ زین خود اتنی تیاریاں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔"

"بکواس نہ کیا کر کبھی کبھی قبولیت کا وقت بھی ہوتا ہے ایسا نہ ہو تیری کالی زبان سے نکلی بات سچ ہو جائے۔" زین نے مصنوعی خوف چہرے پر طاری کرتے ہوئے کہا۔

"

ہاں تو تجھے تو خوش ہونا چاہیئے نا شکرے انسان کے لگے ہاتھوں شادی بھی ہو جائے گی۔" شجاع اسے گھرکتا ہوا بولا۔ جبکہ زین خاموش ہی رہا اس کے خیال میں شجاع سے بحث کرنا فضول ہی تھا۔ شجاع کو مردان خانے میں ٹھراتے ہوئے زین بی جان سے ملنے چلا گیا۔ شاید شجاع کی کہی بات سچ ہونے والی تھی۔ شاید وہ واقعی قبولیت کی گھڑی تھی۔



سجاول سائیں شہر پہنچ گئے تھے۔ دراصل انہیں کسی فنکشن نہیں بلکہ ایگزٹیشن میں جانا تھا لیکن وہ ایک بگڑا ہوا وڈیرا تھا جس کے لیے یہ جگہ فنکشن کی ہی حیثیت رکھتی تھی کیونکہ وہ تو صرف ایسی جگہوں پر اپنا شکار ہی ڈھونڈنے آتا تھا۔ اور اتفاق سے ہانی اور سمیرا بھی اسی ایگزٹیشن میں آئی ہوئیں تھیں۔ سمیرا ہانی کو کوئی پینٹنگ دکھا رہی تھی جسے دونوں بہت پُر جوش انداز میں دیکھ رہی تھیں جب سجاول سائیں کی نظر ہانی پر پڑ گئی۔ وہ چاہ کر بھی اس سے نظریں نہ ہٹا پایا تھا اور نہ اس نے اس کی ضرورت محسوس کی۔ اپنی حوس پرست نگاہوں



سے دیکھتا وہ ان دونوں کے قریب آیا اور ایک گھٹیا مسکان چہرے پر سجائے ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"خدا جب حُسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے۔" بہت بھونڈے انداز میں دل پر ہاتھ رکھ کر کہا گیا۔ ہانی اور سمیرا نے یکدم گھبرا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اپنے دائیں بائیں خود کو یقین کروانے کے لیے کہ شاید انہیں کوئی غلط فہمی ہوئی وہ کسی اور سے مخاطب ہے۔ سجاوِل ان کی حرکت سمجھ گیا اس لیے دوبارہ بولا۔

"بیوٹیفل لیڈیز ! آپ سے ہی مخاطب ہوں۔" ایک مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اور ساتھ ہی ہانی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہانی اس سب سے گھبرا گئی اور غصے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑوایا۔

"آہاں ! کافی نخرے والی لگتی ہو۔ فکر مت کرو منہ مانگی قیمت دوں گا۔" سجاوِل خباثت سے کہتا دو قدم مزید آگے بڑھا۔ ہانی کا اس کی بات کا مطلب سمجھ کر چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔

چٹانخ ! ایک زور دار آواز پورے حال میں گونجی جس نے سب لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"گھٹیا شخص تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے ایسی بات کرنے کی؟" ہانی آس پاس سے بے خبر چلا کر کہہ رہی تھی اس بات سے انجان کے کتنے لوگ اس جانب متوجہ تھے اور اس تھپڑ کا اسے کیا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ سجاول اپنی بیزنی پر سیخ پا ہو کر رہ گیا اور غصے سے پھنکارتے ہوئے بولا۔

"اس تھپڑ کا جواب تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔" یہ کہتے ہی وہ غصے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی ظفر اس کے پیچھے لپکا۔

"ظفر مجھے یہ لڑکی آج ہی چاہیئے ہر حال میں۔ اسے بھی پتہ چلے سجاول سے پنگا لینے کا انجام۔" یہ کہتے ہی وہ غصے سے گاڑی میں بیٹھا اور ڈرائیور کو گاڑی تویلی کی جانب لے جانے کا حکم دیا۔ اس کے جاتے ہی ظفر نے اپنا فون نکال کر کسی کو کال کی۔ اور اسے کچھ سمجھانے لگا۔

"دیکھنا اس کام کی کسی کو بھنک بھی نہ پڑے۔ آج ہی یہ کام ہو جانا چاہئے وہ دونوں ابھی اندر ہی ہیں جیسے باہر نکلیں گی میں تمہیں خبر کر دوں گا۔" کہہ کر کال کاٹ دی اور مسکرانے لگا۔



شام ہو چکی تھی۔ پوری حویلی قمقموں سے جگمگ کر رہی تھی۔ زین تھری پیس سوٹ پہنے بہت وجیہ لگ رہا تھا۔ نرمین نے پنک کمر کی سلیو لیس میکسی پہن رکھی تھی۔ زین جب سٹیج کی جانب بڑھا تو اس کی نظر نرمین پر پڑی۔ ایسے لباس میں اسے دیکھ کر زین خود شرمندہ ہو گیا اور نظریں جھکا لیں۔ رسم شروع کی گئی۔ سب لوگوں نے انہیں دعائیں اور نیک تمنائیں دیں۔ رسمیں ختم ہونے کے بعد زین بی جان کے کمرے میں آگیا

"بی جان اب مجھے اجازت دیں میری صبح ایمپورٹنٹ میٹنگ ہے۔" زین نے فرمانبرداری سے اجازت مانگی۔

"تم نے میری خواہش پوری کر کے میرا مان رکھ لیا زین۔ آج میں بہت خوش ہوں۔" بی جان نے خوشی سے تمنا تے ہوئے کہا۔ زین چاہ کر بھی مسکرا نہیں سکا کیونکہ وہ لڑکی اس کی خواہش نہیں تھی۔ ہاں اس نے کبھی اسے ناپسند نہیں کیا تھا لیکن کبھی اسے پسند بھی تو نہیں کیا تھا لیکن وہ بی جان کی خواہش تھی اس لیے اسے ناچاہتے ہوئے بھی اب ساری زندگی اس کے ساتھ اس آس میں گزرائی تھی کہ شاید کبھی تو وہ اس کو دل ع بھا جائے۔



سجاول کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہانی سمیرا کا بازو پکڑے اسے گھسیٹتے ہوئے باہر لائی۔

"چلو اب ہاسٹل - وہیں جا کر میں تمہاری خبر لیتی ہوں - تمہیں ہی بہت شوق تھا نا یہاں آنے کا اب ہو گیا شوق پورا۔" ہانی اسے گھسیٹتے ہوئے ساتھ ساتھ بولی جا رہی تھی - جب اچانک ان کے سامنے ایک وین آکر رُکی - دونوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کو ریکھا اور اس سے پہلے کہ دونوں وہاں سے بھاگتیں دو آدمی وین سے اترے ایک نے سمیرا کے سر پر گن ماری اور اسے بیہوش کر دیا جبکہ دوسرے نے ہانی کے منہ ہر رومال رکھا اور اس کے بیہوش ہوتے ہی اسے وین میں ڈال کر وین بھاگا لے گئے -



صبح حسبِ معمول ہوئی تھی - لیکن اس کے لیے آج کی صبح خاص تھی - ایک عرصے کے بعد اس کی تلاش مکمل ہوئی تھی - وہ جلدی سے تیار ہو کر نیچے آیا اور گاڑی سٹارٹ کر کے مطلوبہ ایڈریس کی طرف بڑھ گیا۔ راستے میں وہ یہی سوچتا رہا کہ کیا بات کرے گا - وہ آج بہت خوش تھا - سارا راستہ الفاظ کے چناؤ میں گزر گیا کہ آخر اسے کیا بولنا چاہئے -



حمنہ شام کو آفس سے گھر آئی تو خالہ نے دروازہ کھولا - اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار واضح دیکھ لیے تھے -

"کیا ہوا خالہ سب ٹھیک تو ہے؟" اس نے دروازے میں ہی رُک کر پوچھا۔



"و۔۔۔۔۔و۔۔۔۔۔وہ بیٹا ان۔۔۔۔۔اندر۔۔۔۔۔" وہ پریشانی میں اتنا ہی بول پائیں تھیں کہ وہ فوراً گھبرا کر اندر کی جانب بڑھی۔

"خالہ ہادی تع ٹھیک تو نا؟" اسنے پریشانی سے اندر کی طرف جاتے ہوئے پوچھا جبکہ خالہ وہیں رُک گئیں۔ اندر داخل ہوتے ہی لاؤنج میں بیٹھے شخص پر جب اُس کی نظر پڑی تو وہ دنگ رہ گئی جبکہ وہ شخص مزے سے ہادی کے ساتھ ساتھ بیٹھا کھیل رہا تھا۔

"تم ! " حمنے نے بے یقینی سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ کر تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔ جس سے وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"شش آہستہ لوگ کیا سوچیں گے کہ تم کیوں چلا رہی ہو؟" اس شخص کے چہرے پر اطمینان قائم تھا جیسے وہ صدیوں سے آشنا ہوں۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ پلیز ہمیں ہماری زندگی جینے دو۔" وہ منت کرتے ہوئے بولی۔ اب وہ اُٹھ کر اسکے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

"مسز حمہ شاہ ! میں آپ کو اور اپنے بیٹے کو یہاں سے لینے آیا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولتا مزید دو قدم آگے بڑھا تھا جس سے دونوں کے درمیان فاصلہ مزید کم ہوا تھا۔ حمہ اسے اتنا

قرب دیکھ کر گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹی اور وہ سینے پر ہاتھ باندھے اسی اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نام مت لو میرا۔ کوئی حق نہیں ہے تمہیں میرا نام لینے کا۔ سمجھے تم؟" وہ غصے سے بولی۔

"نو ڈارلنگ ! تم شاید بھول گئی ہو یہ حق بہت عرصہ پہلے ہی مجھے مل چکا ہے اس لیے

مجھے کچھ بھی کرنے کے لیے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ آنکھ دباتا ہوا ذو معنی

الفاظ میں بولا۔ جسے سمجھ کر حمزہ بل کھا کے ہی تو رہ گئی تھی۔ اس لیے غصے سے بولی

"کوئی حق نہیں تمہارا مجھ پر اور میرے بیٹے پر آئندہ یہاں آنے کی جرأت بھی مت کرنا" اور

بس شاہ کی ہمت یہیں تک تھی۔ کتنا خوش تھا وہ جب سے کمال صاحب نے اسے حمزہ کا

ایڈریس دیا تھا۔

"میں نے تم سے اجازت مانگی بھی نہیں ہے یہاں آنے کی یا تم پر اپنا حق جتانے کی۔ سمجھی

تم؟" شاہ نے اس کی کلائی ہاتھ میں پکڑ کے اس کی کمر سے لگاتے ہوئے سختی سے کہا جس

ہر حمزہ سہم کر رہ گئی۔

"اپنا سامان پیک کر لو صرف ایک دن کا وقت ہے کل تم میرے ساتھ واپس چلو گی۔" شاہ

نے ابھی تک اسکی کلائی نہیں چھوڑی تھی۔ درد کی شدت کو ضبط کرتے ہوئے حمزہ کا چہرہ

سُرخ ہو چکا تھا اور آنکھیں پانی سے بھر گئی تھیں جن کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے شاہ کی گرفت ڈھیلی پڑی وہ اسے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ اگر وہ زرا بھی نرمی دکھاتا تو اسے یقین تھا کہ وہ اس کی بات کبھی نہ مانتی۔

"میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی سمجھے تم۔" ہانی نے اس کی گرفت ڈھیلی پڑتے دیکھا تو فوراً سے بولی۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ کچھ بولتا ہادی روتا ہوا حمنے کے ساتھ چپک گیا۔

"میں آپ کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں دا نہ ماما کو جانے دوں دا۔ آپ دندے ہیں میرے بابا نہیں ہیں۔ میں ماما کو نہیں کہوں دا کہ مجھے آہ کے ساتھ جانا ہے۔" ہادی اپنی ماں کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکا اس لی صبح سے رٹائے گئے شاہ کے سبق کو ماں کے سامنے دہراتا ہوا بولا۔ جبکہ شاہ اپنی ساری محنت پر پانی پھرتے دیکھ کر افسوس سے بس لب کاٹتا رہ گیا اور حمنے منہ کھولے اس شخص کو دیکھنے لگی جو اس کے بیٹے کو اس کے خلاف کرنا چاہتا تھا۔

ہانی کی آنکھ کھلی تو ہر طرف اندھیرا تھا۔ باہر سے ہلکی ہلکی روشنی دروازے میں سے اندھیرے کو چیرتی ہوئی اندر آرہی تھی۔ آہستہ آہستہ جب دماغ بیدار ہوا تو اسے دن والا واقع یاد آیا اور پھر جب وہ گاڑی سامنے رُکی اس کے بعد کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں تھا اور اب جب آنکھ کھلی تو وہ کہاں موجود تھی اسے معلوم نہ تھا۔ وہ تیزی سے اُٹھ کے اندھیرے میں چیزوں سے ٹکراتی ہوئی

دروازے کی جانب بڑھی جہاں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھولنے کی بہت کوششیں کی لیکن بے سود کیونکہ دروازہ باہر سے بند تھا۔ ایک دم اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا وہ کہاں تھی یہ تو نہیں جانتی تھی لیکن کیوں تھی یہ وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔

"سم۔۔۔ سمیرا ! " ہانی نے ڈرتے ہوئے سمیرا کو آواز دی لیکن کوئی جواب نہ پا کر وہ مزید ڈر گئی کیونکہ سمیرا وہاں موجود نہ تھی۔ بے شک اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا سوائے روشنی کی اس لکیر کے لیکن وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کے سوا اس کمرے میں اور کوئی نہیں تھا۔ اب صحیح معنوں میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی مدد کے لیے چیخنا شروع کر دیا۔

"کوئی ہے؟ پلیز مجھے یہاں سے باہر نکالو۔ تمہیں اللہ کا واسطہ ہے مجھے جانے دو۔ پلیز میرے گھر والے بہت پریشان ہوں گے۔" وہ دہائیاں دیتے ہوئے دروازہ پیٹ رہی تھی لیکن وہاں اس کی آواز سننے والا کوئی نہیں تھا۔ باہر سے شور شرابے اور تیز میوزک کی آواز آ رہی تھی گویا وہاں کوئی فنکشن ہو رہا تھا۔ یہ ہانی کا اندازہ تھا اور اس کا اندازہ درست تھا کیونکہ باہر زین اور نرمین کی منگنی کی تقریب چل رہی تھی۔ اس کو حویلی کی پچھلی جانب موجود کوٹھڑی میں بند کیا گیا تھا جہاں وہ تو باہر کا شور سن سکتی تھی لیکن اس کی دہائیاں سننے والا کوئی نہیں تھا۔





سمیرا کی آنکھ کھلی تو خود کو ہاسپیٹل میں پایا۔ ادھر ادھر نظریں دوڑا کر دیکھنا چاہا کہ اس وقت وہ کہاں جب ایک نوجوان مسکراتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" بہت شائستگی سے پوچھا گیا۔ سمیرا نے ذہن پر زور ڈالا کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچی اودنا سمجھی سے سامنے والے کی طرف دیکھنے لگی۔

"آپ مجھے سڑک ہر بیہوش ملی تھیں اور میں ہی آپ کو ہاسپیٹل لایا تھا۔" اس نے سمیرا کی پریشانی بھانپتے ہوئے بتایا۔ سمیرا کے ذہن میں جھماکہ ہوا اور اسے صبح جو کچھ ہوا ایک ایک کر کے یاد آنے لگا۔ لیکن یہ کیا اس لڑکے کو اس نے پہلے کہیں دیکھا تھا۔ کہاں یہ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ اور جیسے ہی یاد آیا خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟ انسان ہی ہوں کوئی جن بھوت نہیں۔" سامنے والے نے اس کی حالت سے محض ہوتے ہوئے چوٹ کی۔

"اگر میں نے تمہیں سب بتا دیا تو تھوڑی دیر میں تم واقعی انسان نہیں کوئی جن ہی بن جاؤ گے۔" وہ بس یہ سوچ کے رہ گئی کیونکہ کہنے کی اس کی ہمت نہیں تھی۔ وہ بس میں سوچنے لگ گئی کہ بات کیسے شروع کرے اور کیا بتائے اسے جبکہ سامنے والا اس کو خاموش دیکھ کر واپس صوفے پر جا کے بیٹھ گیا۔



حمزہ صدمے سے سامنے کھڑے شاہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ایسا کرو گے۔ میرے ہی بیٹے کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کر رہے تھے۔" جبکہ شاہ خاموشی سے ہادی کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ ماں کی کاپی ہے کوئی بات پیٹ میں ٹھرتی نہیں۔

"میں جا رہا ہوں فی الحال کل صبح آؤں گا تب تک جو ضروری سامان رکھنا ہے اپنے ساتھ رکھ لو بعد میں مت کہنا۔" یہ کہتے ہی ایک جھٹکے سے اس نے حمزہ کا ہاتھ چھوڑا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیے جب حمزہ نے پیچھے سے پیچھے ہوئے کہا۔

"سوچنا بھی مت مسٹر شاہ کہ میں تم جیسے شخص کے ساتھ کہیں جاؤں گی۔ میں مرنا پسند کر لوں گی لیکن تمہارے ساتھ رہنا نہیں۔"

شاہ کو اس کی بات پہ غصہ تو بہت آیا لیکن ضبط کرتے ہوئے پیچھے مڑا اور اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"مسز حمزہ شاہ ! "شاہ نے پھر سے اس کا نام دہرایا۔ جانتا تھا کہ اس سے وہ چڑے گی۔ حمزہ نے غصے سے سر جھٹکا۔

"میں تم سے پوچھ نہیں رہا کہ تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گی یا نہیں۔ صرف بتا رہا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ رہنا پڑے گا پھر چاہے اس میں تمہاری مرضی ہو یا نہیں۔ اچھی طرح سمجھ لو تو اچھا ہے ورنہ مجھے سمجھانے کے اور طریقے بھی آتے ہیں یہ بات تم اچھے سے جانتی ہو۔"

وہ سرد لہجے میں کہتا باہر نکل گیا۔ جبکہ سانس روکے کھڑی حمہ نے گہرا سانس لیا اور کسی کا نمبر ملانے لگی بیل جاتے ہی کال ریسیو کر کی گئی جیسے وہ اسی انتظار میں بیٹھا تھا کہ وہ اسے کال کرے۔

"ہیل۔۔۔۔۔ ہیلوو ! وو۔۔۔۔۔ وہ یہاں آیا تھا۔" وہ ہکلاتے ہوئے بس اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ کسی نے اس کے ہاتھ سے موبائل کھینچ کر دیوار پر دے مارا۔ اس نے گھبرا کر سامنے دیکھا تو شاہ کو دیکھ کر اس کی سانس ہی اٹک گئی۔

"لگتا ہے میری ایک بار کی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ مجھے دوسرا طریقہ اپنانے پر مجبور مت کرو ورنہ شاہ کو جو چیز چاہیے ہوتی وہ اسے حاصل کرنا اچھی طرح سے جانتا ہے۔" وہ درشتگی سے کہتا واپس پلٹا۔

"میں کوئی چیز نہیں ہوں مسٹر شاہ کہ جب آپ کا دل چاہا ساتھ رکھ لیا اور جب دل چاہا دور کر دیا۔ ایک جیتی جاگتی انسان ہوں مجھے بھی تکلیف ہوتی وہ۔" وہ آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ بولی جبکہ شاہ نے اس کی بات سن کے بھی نظر انداز کر دی اور چلا گیا۔ حمہ بھی غصے

سے پیر پختی کمرے میں چلی گئی جبکہ ہادی بس یہی کھڑا سوچتا رہا کہ وہ دونوں لڑکیوں رہے تھے۔



"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں" سمیرا نے آخر ہمت کرتے ہوئے اسے سب بتانے کا فیصلہ کر لیا۔

"شکر ہے آپ نے بھی کچھ کہنا کا ارادہ کر ہی لیا ورنہ میں تو سمجھا تھا کہ مجھے ایسے ہی سارا دن بیٹھ کر آپ کے بولنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔" وہ شخص شرارت سے کہتا اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ سمیرا کو اس سچویشن میں اس کا مزاق کرنا سخت بُرا لگا تھا لیکن اپنے تاثرات کو نارمل رکھتے ہوئے اس نے بات شروع کی جسے سن کر سامنے والے کے تاثرات ضرور بدل رہے تھے اب اس کے چہرے پر شرارت کی بجائے غصہ تھا اور آنکھیں ضبط کی شدت سے سُرخ ہو چکی تھیں۔ اسکا غصہ دیکھ کر کچھ لمحے تو سمیرا سانس لینا تک بھول گئی۔



جب شور کر کر کے تھک گئی تو وہیں دیوار کے ساتھ ٹیگ لگا کر بیٹھ گئی اور اپنے رب سے شکوے کرنے لگی۔



"کیوں اللہ جی میں ہی کیوں -؟ آپ نے میرے ساتھ ہی ایسا کیوں کیا۔ آپ تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں اپنے بندے سے پھر میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" بہت سے شکوے تھے جو ختم نہیں ہو رہے تھے - بہت سے کیوں کے جواب ادھورے تھے - وہ کس سے پوچھتی اپنے ان "کیوں" کا جواب۔



انسان بھی کتنا عجیب ہے نا ! جب اللہ اسے ہر چیز بنا کسی صلے کی امید کے نوازتا ہے تو یہی انسان اس رب کو یاد تک نہیں کرتا کبھی اس کا شکر گزار نہیں ہوتا۔ اللہ کو ہم سے بھلا کیا صلہ چاہیے اس کی عبادت کے لیے فرشتے کم تو نہ تھے لیکن ہم انسان یہ سب سوچتے ہی کب ہیں۔ ہمیں تو بس یہی پتہ ہوتا ہے جو ہمیں مل رہا ہے وہ ہمارا حق ہے اور جہاں کہیں ہم پر زرا سی آزمائش پڑتی ہے تو ہم شکوے شکایتیں شروع کر دیتے ہیں بنا یہ سوچے کہ اللہ کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے جو انسان سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ وہ رب تو تم سے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا تو تمہاری طاقت سے زیادہ تم پر بوجھ نہیں ڈالے گا۔ ہمارے ایمان کمزور پڑ چکے ہیں ہمیں یقین ہی نہیں رہا کہ جو ذات ہمیں امتحان میں ڈال رہی ہے اس نے اس امتحان میں سے نکلنے کا راستی بھی بنا رکھا ہو گا بس بات یقین کی ہے اس ذات پر۔ اگر یقین پختہ ہو تو ہر امتحان ہر آزمائش آسان ہو جاتی ہے -

جانے وہاں بیٹھے بیٹھے اسے کتنا وقت گزر گیا وہ یوں ہی شکوے کرتی رہی - اب رو رو کر تھک گئی تو اپنی زندگی پر نظر دوڑانے لگی کہ کہاں اس سے ایسی کوئی غلطی ہوئی تھی جس کی سزا اسے اس صورت میں مل رہی تھی لیکن اسے ایسی کوئی غلطی نظر ہی نہ آئی جس کی اتنی بڑی سزا اسے دی جا رہی تھی - لیکن اچانک اس کے ذہن میں جھمکے ہوئے - اب وہ اپنی غلطی ڈھونڈنے کے بجائے اپنا کوئی ایسا عمل ڈھونڈ رہی تھی جس کے بدلے اسے وہاں سے رہائی ملتی - لیکن یہ کیا چاہ کر بھی اسے اپنا ایسا کوئی عمل کوئی نیکی نظر نہیں آ رہی تھی - اس نے قرب سے اپنی آنکھیں مچھینچ لیں - وہیں بیٹھ کر اس نے اپنے رب سے سچے دل سے طوبہ کی -

"یا اللہ ! میں اپنے ہر گناہ کی معافی چاہتی ہوں - ہر اس گناہ کی جو میں نے انجام دیا ہے - ہر اس گناہ کی جو میں نے جان بوجھ کر کیا - تو تو اپنے بندوں کا ہر گناہ معاف کر دیتا ہے نا تیرا در تو معافی کے لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے نا - یا اللہ میری توبہ کو قبول کر لے -" وہ معافی مانگ رہی تھی اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی بندہ اپنے رب سے معافی مانگے اور وہ اس نا اُمید لوٹا دے - وہ تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے - اسے تو اپنے بندے سے اس قدر محبت ہے کہ ایک آنسو کے قطرے کے بدلے انسان کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے - اب وہ

پر سکون تھی - کیونکہ اسے اپنے رب پر یقین تھی - جس رب نے آج تک اس کی حفاظت کی تھی آج کیسے اسے تنہا چھوڑ سکتا تھا اور یہی یقین انسان کا اپنے رب پر اسے وہ طاقت بخشتا ہے جو اسے ہر مصیبت سے اس امید پر لڑنے کی حمت دیتا ہے کہ وہ اکیلا نہیں آس کا رب اس کے ساتھ ہے۔



زین بی جان سے اجازت لے کر شجاع کے ساتھ واپسی کے لیے روانہ ہو گیا - سب مہمان بھی آہستہ آہستہ جا چکے تھے - سب کے جانے کے بعد اب سجاول کا دھیان ہانی کی طرف تھا -

"رب نواز ! " اس نے اپنے ایک وفادار نوکر کو آواز دی - وہ اب تک ہانی کی طرف سے خاموش اس لیے تھا کہ آج گھر میں منگنی کا فنکشن تھا اور زین گھر پر تھا - زین کو سجاول کے ان معاملات کا نہیں پتہ تھا اور اب تو وہ اس کا ہونے والا داماد تھا اس لیے وہ کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتا تھا -

"جج۔۔۔ جی سائیں حکم کریں - یاد کیا ہے آپ نے - " رب نواز اس کی آواز سن کر جلدی سے بھاگتا ہوا آیا اور دونوں ہاتھ آپس میں جوڑ کر مودبانہ انداز میں بولا۔

"وہ لڑکی کیسی ہے؟ کسی کو شک تو نہیں ہوا اس کے بارے میں؟" سجاد نے اس سے  
تحرمانہ پوچھا۔

"نہیں سائیں کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ پیچھے کوٹھڑی میں ہی بند ہے۔" اس نے اسی طرح  
ادب سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ اس پر نظر رکھو۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" سجاد اس کو حکم دیتا  
توبلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔



وہ نا جانے اس کے جانے کے بعد کتنی دیر کمرے میں بیٹھی اپنی قسمت کو کوستی رہی۔ ماضی  
کی کتنی ہی تلخ یادیں آج تازہ ہو گئیں تھیں۔ وہ ماضی میں کھوئی ہوئی تھی جب ہادی کی آواز پر  
چونک کر اسے دیکھا۔

"اما وہ انکل کہہ رہے تھے کہ وہ میرے بابا ہیں۔ اور ہم اب ان کے ساتھ رہیں دے۔ اما  
میں ان کے ساتھ نہیں رہوں دا وہ دندے ہیں انہوں نے آپ کو مارا ہے نا؟" ہادی نے  
معصومیت سے کہا۔



"نہیں بیٹا ایسی تو کوئی بات نہیں انہوں نے مجھے نہیں مارا۔" حممنہ نے ہادی کو پیار سے اپنی گود میں بیٹھاتے ہوئے کہا۔

"پھر آپ رو کیوں رہی ہیں؟" ہادی بھی نے ایک اور سوال پوچھا۔ حممنہ نے ہادی کو دیکھا جو بالکل اپنے باپ کی کاپی تھا۔ اور اس کو ٹالنے کے لیے سوچ میں پڑ گئی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اسے کیا کہے جب رشیدہ خالہ اندر کمرے میں آئیں۔ شاہ کے جانے کے بعد سے اب تک اس کے پاس نہیں آئیں تھیں۔ اب وہ اسے اکیلے میں سوچنے کے لیے وقت دینا چاہتی تھیں۔ کمرے میں آتے ہوئے انہوں نے ہادی کی بات سن لی تھی اور حممنہ کے چہرے کی الجھن بھی دیکھ لی تھی۔

"آپ کے بابا آپ کی ماما سے ملنے آئے تھے نہ اس لیے آپ کی ماما خوش ہیں اور یہ خوشی کے آنسو ہیں۔" انہوں نے ہادی کو مخاطب ہوئے حممنہ کی الجھن کم کرنے کی غرض سے کہا۔

"لیکن خوشی میں تو لود (لوگ) ہنستے ہیں ناروتے تو نہیں ہیں نا؟" ہادی نے اپنا ہاتھ تھوڑی کے نیچے رکھتے ہوئے بڑوں کے سے انداز میں سوچتے ہوئے کہا۔ جس پر حممنہ اور رشیدہ خالہ کی ہنسی چھوٹ گئی اس کا انداز دیکھ کر۔ اور وہ منہ پھلا کر کمرے سے باہر چلا گیا کیونکہ اسے ہرگز گوارا نہ تھا کوئی اس کا مزاق اڑائے۔ حممنہ نے اسے جاتے دیکھ کر گہرا سانس لیا کیونکہ اگر

وہ وہاں رکتا تو اس سے مزید سوال کرتا رہتا جن کے جواب وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ہادی کے جانے کے بعد خالہ رشیدہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"پھر کیا سوچا ہے تم نے؟" انہوں نے بات کا آغاز بغیر کوئی تمہید باندھے کیا۔

"کیا سوچنا ہے جانا تو پڑے گا مجھے اس کے ساتھ۔" حمزہ نے سرد آہ بھر کے کہا جب کہ یہ بات کہتے ہوئے اس کا چہرہ خوشی سے کھلنے کی بجائے سپاٹ تھا۔

"جب تم اس کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی تو پھر جانے کا کیا مقصد؟" وہ اس کی بات سمجھی نہیں تھیں۔

"آپ کو کیا لگتا ہے وہ اتنی آسانی سے میرا پیچھا چھوڑ دے گا؟ وہ الٹا ان سے سوال کر رہی تھی۔

"وہ میرا اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ اور اب جب وہ ہادی کو قبول کر رہا ہے تو میں کیوں اپنے بچے کا حق اس سے چھینوں۔ جب اس کا باپ اس کو اپنا نام دینے کو تیار ہے تو میں اس سے اس کے باپ کا نام نہیں چھین سکتی۔ کل کو کیا وہ بڑا ہو کر مجھ سے اس بارے میں سوال نہیں کرے گا؟ تب میں اسے کیا جواب دوں گی؟" رشیدہ خالہ کو کوئی

جواب نہ دیتے دیکھ کر اس نے خود ہی بات مکمل کی۔ رشیدہ خالہ بس خاموشی سے سر ہلا کہ رہ گئیں وہ اسے کہتیں بھی کیا وہ بھی اپنی جگہ سہی تھی۔



بی جان کو آج بہت گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی ملازمہ سے کہہ کر لان کی سائیڈ کی کھڑکی کھلوا کر آرام کی غرض سے آنکھیں موند کر لیٹ گئیں جب اچانک باہر سے آتی کچھ آوازوں سے انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور باہر ہونے والی گفتگو سننے لگیں۔

سجاول جو اندر کی طرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ سب لوگ سو چکے ہیں یا نہیں تاکہ وہ واپس جا کر اپنے شیطانی منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکے سکینہ بیگم کو کمرے میں نہ پا کر باہر لان کی طرف آئے جہاں وہ ان کی توقع کے عین مطابق لان میں گھوم رہیں تھیں۔

"تم ابھی تک سوئی نہیں؟" پاس آتے ہی انہوں نے خاصی ناگواری سے پوچھا کیونکہ سجاول سائیں کو ان کا اب تک جاگنا خاصہ ناگوار گزرا تھا۔

"جی سائیں ! بس آپ کا انتظار کر رہی تھی - کہاں رہ گئے اور آپ؟" سکینہ بیگم نے تابعداری سے کہا جس سس سجاول سائیں کے ماتھے ہر واضح بل پڑ گئے تھے جنہیں چھپانا انہوں نے قطعی ضروری نہیں سمجھا۔

"تمہیں ہزار بار کہا ہے میرے کام میں ٹانگ مت اڑایا کرو۔ میری ماں بننے کی ضرورت نہیں ہے اپنی حد میں رہا کرو۔" سجاول سائیں ناجانے کیوں ہتھے سے ہی اکھڑ گئے تھے۔

"سجاول صاحب ! دھیرے مجھ سے اونچی آواز میں بات کرنے کی غلطی بالکل بھی مت کیجیئے گا ورنہ آپ جانتے ہیں مجھے بالکل دیر نہیں لگے گی آپ کی اصلیت سب کے سامنے لانے میں۔" سکینہ بیگم بھی ان کا غصہ دیکھتے ہوئے دھمکی دیتے ہوئے بولیں۔

"تم اپنا منہ ہمیشہ بند رکھو گی سمجھی۔" وہ انگلی اٹھا کر انہیں تنبیہ کرتے ہوئے بولے۔

"نہ ہمیشہ نہیں صرف تب تک جب تک آپ اپنی آواز میرے سامنے نیچی رکھیں گے ورنہ مجھے لمحہ لگے گا سب کو بتانے میں کہ آپ کے بھائی نے ایسی کوئی وصیت نہیں کی جیسا کہ آپ نے بی جان کو بتایا ہے اور ساتھ میں یہ بھی کہ بڑے بھائی صاحب کا ایکسیڈنٹ نہیں ہوا تھا بلکہ آپ نے ان کا قتل اس جائیداد کے لیے کیا تھا۔" وہ ان کو وارن کرتے ہوئے واپس پلٹنے ہی لگیں تھیں کہ اچانک کانچ کے ٹوٹنے کی آواز پر دونوں نے اس جانب گھبرا کر دیکھا جہاں سے آواز آئی تھی۔ بی جان جو ان کی باتیں سن چکی تھیں آخری بات سن کر دنگ رہ



گئیں انہوں نے اسے اپنا بیٹا سمجھا ہمیشہ جو ان کا حقیقی بیٹا بھی نہ تھا لیکن انہوں نے کبھی ان میں اور اپنے بیٹے میں کوئی فرق نہ سمجھا تھا۔ آج ان کے اسی بیٹے نے ان کے حقیقی بیٹے کی جان لینے کا انکشاف کیا تھا۔ کیسا عجیب انکشاف تھا کہ دل یقین نہیں کرنا چاہتا تھا اور کان جو سُن چکے تھے اسے جھٹلانے کو تیار نہ تھے۔ اچانک انہیں اپنے سینے میں درد اٹھتا ہوا محسوس ہوا۔ گلے میں کانٹے چبھنے لگے انہوں نے ہاتھ بڑھا کر پانی کا گلاس تھامنا چاہا لیکن دل میں اٹھتے درد نے زور پکڑنا شروع کر دیا اور ہاتھ لگنے سے گلاس نیچے فرش پر جا لگا اور کڑچی کڑچی ہو کر بکھر گیا بالکل ایسے ہی جیسے اس وقت ان کا دل کڑچی کڑچی ہو گیا تھا اور سانسیں بکھرنے لگی تھیں۔ سجاوِل اور سکینہ نے اس جانب دیکھا جہاں سے کانچ کے ٹوٹنے کی آواز آئی تھی اور پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر فوراً قدم اندر کی جانب بڑھا دیے۔ اندر کمرے میں پہنچ کر فوراً کمرہ لاک کیا اور قدم اس بے جان ہوتے وجود کی طرف بڑھا دیے۔ تھوڑا اور نزدیک جا کر سکینہ بیگم رُک گئیں اور سجاوِل اس بوڑھے وجود کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اور آہستہ سے ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گویا ہوا۔

"تو آپ نے سب کچھ سُن لیا ! بہت بُرا ہوا آپ کے لیے۔ آپ کو نہیں سننا چاہئے تھا۔" وہ خباثت سے کہتا مسکرایا۔ بی جان مشکل سے سانس کے پارہیں تھیں۔ آگے ہو کر انہوں نے فون اٹھانا چاہا جب سجاوِل نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے معاف کر دیجئے گا بی جان میں ادا سائیں کو مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن کیا کرتا آغا جی نے کوئی راستہ ہی نہیں چھوڑا تھا انہیں میرے بارے میں سب پتہ چل چکا تھا اور وہ ساری جائیداد اپنے بعد ادا سائیں کے نام کر گئے میں تو خالی ہاتھ رہ گیا تھا نا۔ اس لیے مجھے یہ سب کرنا پڑا۔" وہ مصنوعی دکھ چہرے ہر سجاتا ہوا بولا۔ بی جان لڑکھڑاتی زبان کے ساتھ بولیں۔

"مم بیبیں تہ تمم کک کبھی مم ما۔۔!" ان کا ہاتھ نیچے جا گرا لڑکھڑاتی زبان رک سی گئی۔ آنکھوں سے ایک آخری آنسو نیچے بہہ گیا۔ چہرے پر کسی اپنے کو کھونے کی تکلیف کے آثار تھے۔ ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ سجاوٹ نے ان کی آنکھیں بند کیں اور اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا سکینہ بیگم سے مخاطب ہوا۔

"ان کو سیدھا کر کے لیٹا دو۔ اور صبح تب تک یہاں مت آنا جب تک کوئی خود آکر ان کے متعلق خبر نہ دے۔" سرد مہری سے کہتے ہوئے وہ باہر نکل گئے ان کا ارادہ اب ہانی کی طرف جا کر اسے وہاں سے ہٹانا تھا کیونکہ کل حویلی میں کھرام مچنے والا تھا اور اس وقت ہانی کو وہاں سے ہٹانا ضروری تھا تاکہ اسے کوئی دیکھ نہ لے۔



اس کا غصہ حد سے سوا ہو رہا تھا۔ ضبط کی شدت سے آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان لوگوں کو ڈھونڈ کر ختم کر دے لیکن وہ یہ ہی تو نہیں جانتا تھا کہ آخر وہ کون تھے۔ وہ غصے میں ٹہل رہا تھا جب سمیرا نے اس سے بات کرنے کی ہمت کی۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" سمیرا نے اس کے غصے سے ڈرتے ہوئے کہا۔ جس پر اس نے ابرو اُچکا کر دیکھا جیسے کہہ رہا ہو جلدی کرو۔

"مجھے پلیز میرے گھر چھوڑ دیں۔ سب لوگ بہت پریشان ہوں گے میں کل سے گھر نہیں گئی۔" سمیرا نے اس کے اثرے کی اجازت پا کر فوراً سے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں بلز کلیئر کروا کر آتا ہوں پھر تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔" اس نے فوراً حامی بھری اپنی پریشانی میں وہ یہ بھول گیا تھا کہ سمیرا بھی کل سے گھر نہیں گئی۔ اس کے یاد دلانے پر اسے بھی خیال آیا تھا وہ اس کہتا باہر نکل گیا اور سمیرا بند دروازہ دیکھ کر اس کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگی۔



زین فی اچانک گاڑی کو بریک لگائی تھی۔ شجاع اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہ تھا اس لیے اچھل کر سامنے ڈیش بورڈ پر اس کا سر لگا۔ تکلیف سے شجاع نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا جہاں اب ہلکی سی سرخی تھی۔

"یار یہ کیا حرکت ہے اگر تو نے مرنا ہے تو اکیلے مرنا کم سے کم مجھے تو اتار دیتا۔" شجاع نے اپنے سر میں اٹھتے درد کی وجہ سے جھجھلا کر کہا۔

زین اس کی بات انسی کرتے ہوئے گاڑی موڑ چکا تھا۔ اور شجاع تو تلملا کر رہ گیا "بندہ ایسا بھی کھڑوس نہ ہو کہ سامنے والا بات کرتا رہے اور وہ کوئی جواب ہی نہ دے۔" شجاع نے فوراً سے کہا

"اچھا اب بس کر یہ عورتوں کی طرح ایکٹنگ کرنا بالکل اچھا نہیں لگتا۔" زین نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ شجاع نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ہاس پڑی پانی کی بوتل زین کے سر پر انڈیل دیا "اب بتا کہ گاڑی کیوں روکی؟" شجاع نے خود کو عورت بولنے کا بدلہ لیتے ہوئے کہا۔ زین جو شک کی تھا اس کی حرکت پر اس کی آواز سے ہوش میں آیا اور اس کی جانب خونخار نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"موبائل حویلی میں رہ گیا ہے۔ اس لیے واپس جا رہا ہوں۔" وہ اس کو جواب دیتا دل میں بدلہ لینے کا پختہ عزم کرتا ہوا بولا اور گاڑی واپس حویلی کے رستے پر ڈال دی۔



شاہ آج بہت خوش تھا۔ حمزہ اور ہادی آج اس کے ساتھ واپس جا رہے تھے اس کی فیملی مکمل ہونے والی تھی۔ وہ معمول سے پہلے جاگا تھا اور تیار ہو کر بار بار خود کو آئینے میں دیکھ کر تسلی کر رہا تھا کہ وہ اچھا لگ رہا ہے یا نہیں۔ وہ کنفیوژ ہو رہا تھا ایسے جیسے پہلی بار کوئی لڑکا شادی کے لیے لڑکی دیکھنے کے لیے جا رہا ہو۔ اپنی سوچ پر وہ خود ہی مسکرا دیا۔ تیار ہو کر وہ باہر نکلا اور گاڑی سٹارٹ کر کے حمزہ کے گھر کی طرف موڑ دی۔ پورا راستہ بے چینی سے گزرا تھا۔ سارا راستہ وہ بس انہی کے بارے میں سوچتا رہا اور اب وہ اپنی منزل کے سامنے کھڑا تھا۔ گاڑی سے اتر کر اس نے بیل بجائی اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ ایک لمحے کے لیے اسے خیال آیا کہ اگر وہ یہاں سے بھی چلی گئی تو وہ کیا کرے گا اور ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ رشیدہ خالہ نے دروازہ کھول دیا اس نے گہرا سانس لیا اور شکر ادا کیا کہ وہ جو سوچ رہا تھا ویسا کچھ نہیں تھا۔ وہ انہیں سلام کرتا اندر چلا گیا۔ حمزہ لاؤنچ میں بیٹھی ہادی کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ ہادی کی فرمائش پر وہ اسے پیننگ کلر کھول کر پیننگ کرنا سکھا رہی تھی جو اسے خود بھی نہیں آتی تھی۔

"ماما یہ ایسے نہیں ہوتا آپ دلت (غلط) کر رہی ہیں۔" ہادی چیخا تھا۔ کیونکہ وہ پانچویں بار درخت کے نام پر کچھ الگ ہی عجوبہ بنا چکی تھی۔

"ہادی یہ ایسے ہی ہے۔ بس ہمارا درخت ایسا ہی ہو گا۔" وہ تھک گئی تھی بار بار اس کو بنا کر اس لیے اب ہار مانتے ہوئے تھک کر اسے ٹالنا چاہا۔

"اما سو سید (سیڈ) آپ کو یہ بھی نہیں بنانے آتا؟" ہادی نے افسوس سے اس کی جانب دیکھا اسے سچ میں افسوس ہوا تھا اپنی ماں کی پینٹنگ دیکھ کر۔ وہ جو کب سے کھڑا دونوں کی نوک جھونک دیکھ رہا تھا حممنہ کی بنائی پینٹنگ دیکھ کر اس کی ہسی روکنا مشکل ہو گیا اور اس کا قہقہہ بلند ہوا جس پر حممنہ اور ہادی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ جانے کب سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کو ہستے دیکھ کر حممنہ کا چہرہ خفت سے سرخ ہو گیا تھا۔

"واؤؤؤؤ ! یار اس پینٹنگ کو تو بائی گاڈ ایگریجیشن کے لیے رکھنا چاہیے قسم سے بڑے بڑے آرٹسٹس بھی اپنے فن کی اس قدر توہین دیکھ کر خود کشی کر لیں گے۔" وہ چہرے پر مصنوعی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے آخر میں شرارت سے بولا۔ حممنہ جو پہلے ہی اس کے ہسنے پر چڑی ہوئی تھی مزید اپنی تعریف سن نہ سکی اور پاس پڑے وائر کلاں اٹھا کر اس پر پھینک دیے۔

"زیادہ کھی کھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے تم تیس مار خان ہو تو خود آ کر بنا دو نا۔ تمہارا بھی کچھ حق بنتا ہے۔" وہ غصے کہتی اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ شاہ جو اپنی سفید شرٹ پر جا بجا دھبے دیکھ کر شاک میں تھا کہ وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے اس کے ساتھ۔ اس کی آواز سے اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

"ایک تو تم تھوڑی سی تمیز سیکھ لو مجازی خدا ہوں تمہارا آپ بولا کرو اور دوسرا جہاں تک حق کی بات رہی تو وہ تو اور بھی بہت ہیں میرے۔" وہ ذو معنی لہجے میں بولتا اس کے قریب آیا۔ حمزہ اسے اتنا قریب دیکھ کر گھبرا گئی اور دور ہٹنا چاہا۔ شاہ نے اس کی کوشش ناکام بناتے ہوئے اس کے گرد اپنے بازو لپیٹے۔ حمزہ نے فوراً ہادی کی طرف دیکھا وہ اپنے کھیل میں مصروف تھا اسے اپنی طرف متوجہ نہ پا کر حمزہ نے سکھ کا سانس بھرا۔ شاہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہ کیا دیکھ رہی تھی۔

"فکر مت کرو بیوی ہو تم میری۔ کوئی چوری نہیں کر رہا" وہ اس کے کان کے قریب آ کر سرگوشی کے انداز میں بولا۔ حمزہ جو ہادی کو دیکھنے میں یہ بھول ہی گئی تھی کہ وہ اس وقت اس کے کتنے قریب کھڑا ہے اس کی آواز پر ہوش میں آئی اور ایک دم شرم سے سرخ ہوتے ہوئے دور ہوئی۔

"ویسے تم جیسا بے مروت نہیں دیکھا۔" شاہ اسکے دور ہونے پر مسکرا کر بولا۔ حمزہ نے نا سمجھی سے شاہ کی جانب دیکھا۔

"مطلب گھر میں بندہ آئے تو بندہ چائے پانی پوچھ لیتا ہے۔ یا پھر بس آج ایسے ہی کھڑا رہ کر دوسروں کو مشکل میں ڈالنے کا ارادہ ہے؟" وہ شرارت سے بولا اور حمزہ اس کی بات کا مطلب سمجھ کر وہاں کی نہیں تھی۔ شاہ اسے یوں جاتا دیکھ کر کھل کے مسکرا دیا۔





ہانی اب اندھیرے میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی تاکہ وقت آنے پر وہ اپنی حفاظت کر سکے۔ جیسے انسان کا رزق اس کے پیدا ہونے سے پہلے لکھ دیا جاتا ہے لیکن اس کو حاصل کرنے کے لیے اسے تگ و دو کرنی پڑتی ہے اسے بھی اپنے رب پر یقین تھا کہ وہ اسے اس مصیبت سے بچائے گا لیکن اسے خود بھی ہمت کرنی تھی تاکہ وہ اس مصیبت سے جان چھڑا سکے۔ اندھیرے میں ڈھونڈتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اچانک کچھ لگا درد سے اس کی سسکی نکلی۔ اندھیرے میں بھی وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس کا ہاتھ کسی چیز سے کٹا ہے۔ ایک دم سے اس کے ذہن میں کچھ خیال آیا اور وہ وہیں نیچے بیٹھ گئی جہاں اس کا ہاتھ زخمی ہوا تھا۔ سجاو بی جان کے کمرے سے نکلنے کے بعد سیدھا کوٹھڑی کی جانب بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو پوری طرح سے اندھیرا تھا جس کے سبب اسے کچھ نظر نہیں آیا۔ ہانی نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو چوکنی ہو کر بیٹھ گئی۔ سجاو نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کے پیچھے لگے بورڈ کو ٹٹول کر بٹن دبایا اور ایک دم سے ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ کافی دیر اندھیرے میں رہنے کی وجہ سے ہانی کی آنکھیں ایک دم تیز روشنی کی وجہ سے بند ہوئی تھیں۔ لیکن جلد ہی خود پر کسی نظروں کو محسوس کر کے اس نے فوراً آنکھیں کھولیں اور سامنے کھڑے سجاو کو دیکھ کر اس کا اوسان خطا ہونے لگے۔ وہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اٹھ کر چند قدم پیچھے ہوئی۔



سجاول جس کا ارادہ فلحال ہانی کو وہاں سے ہٹانے کا تھا۔ لیکن ہانی کو دیکھ کے اس کے اندر کا شیطان پھر سے جاگ گیا تھا۔ وہ خطرناک تیوروں کے ساتھ اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"دو دیکھو مم مجھ سے دور رہو سمجھے۔" ہانی نے اسے اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر کہا۔ سجاول نے اس بات سن کر مکروہ قہقہہ لگایا۔

"اچھا ورنہ تم کیا کرو گی؟" وہ اس کی حالت سے محفوظ ہوتا ہوا کمینگی سے بولا۔

"مم میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ دور رہو" ہانی پھر سے چلائی۔

"آہ! چلو اب بس بھی کرو یہ ڈرامہ۔ تم اچھی طرح جانتی ہو اب میری قید سے تم کہیں نہیں جا سکتی۔ اس لیے یہ رونہ دھونا بند کرو۔" سجاول اس کے رونے سے تنگ آ کر دھاڑا۔

"تمہیں زرا بھی خدا کا خوف نہیں ہے۔ ڈرو اس ذات سے کیا تمہاری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ سوچو

اگر اس کے ساتھ یہ سب ہو تو کیا کرو۔۔۔" چٹاخ! ہانی اپنی بات بھی ہوری نہیں کر پائی

جب سجاول کا غصہ ساتویں آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ تھپڑ اتنے زور سے لگا تھا کہ ہانی

اپنے قدموں پر کھڑی نہیں رہ پائی اور زمین پر جا کر گرمی۔ ہونٹ کا کنارہ پھٹ چکا تھا اور سر کسی چیز سے ٹکرانے کی وجہ سے ہلکا ہلکا خون رسنے لگا تھا۔ وہ وحشیوں کی طرح اس کی جانب لپکا اور بالوں سے پکڑ کر اسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"خبردار ! جو اپنی زبان سے میری بیٹی کے بارے میں ایک لفظ بھی نکالا جان سے مار دوں گا - وہ سجاول کی بیٹی ہے کوئی اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے تو آنکھیں نکال دوں گا اس کی" اپنی بیٹی پر بات آئی تو غصہ آگیا تھا کیا وہ کسی کی بیٹی نہیں تھی - ہانی نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں جب اچانک اسے کچھ یاد آیا - اس نے جلدی سے نظریں ادھر ادھر دوڑائیں اور جلد ہو اپنی مطلوبہ چیز دیکھ کر پوری طاقت سے سجاول سے اپنا آپ چھڑاتی ہوئی اس جانب بھاگی - سجاول سے اپنا آپ چھڑاتے ہوئے اس کا دوپٹہ گر چکا تھا اور قمیض بھی قندھے سے پھٹ گئی تھی لیکن اسے اس وقت صرف اپنی جان بچانے کی پرواہ تھی - سجاول اس کے پیچھے لپکا اس سے پہلے وہ دوبارہ اسے پکڑتا ہانی نے پوری قوت سے کانچ کی ٹوٹی ہوئی بوتل اس کے سر میں پیوست کر دی - وہی بوتل جو کچھ دیر پہلے اس کا ہاتھ کاٹ چکی تھی اب اس کی جان بچانے میں مدد دی لیکن اب وہ شاید صحیح معنوں میں مشکل میں پھنسی تھی - سجاول اس اچانک افتاد کے لیے بالکل تیار نہیں تھا - سر سے خون کا فوارہ بہ نکلا - اور وہ آہستہ آہستہ حوش و خورد سے بیگانہ ہوتا زمین پر گرتا چلا گیا - ہانی کے ہاتھ کانپ رہے تھے - اس کی حالت دیکھ کر وہ ڈر گئی -

اگر وہ مر گیا تو ! تو کیا ہو گا اس کے ساتھ پولیس "نہیں نہیں میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی - پھر کوئی مجھے کہیں نہیں لے کر جائے گا -" پولیس اور سجاول کے مرنے کا سوچ کر ہی

اس کے اوسان خطا ہونے لگے۔ وہ بنا دوپٹے کی پرواہ کیے نگے پاؤں وہاں سے بھاگی وہ جلد از جلد یہاں سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔ ورتے ہوئے بھاگنے کی وجہ سے اسے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا جب اچانک وہ کسی زوردار چیز سے ٹکرائی اور کسی نے اسے تھام کر گرنے سے بچایا تھا۔



وہ جب سمیرا کو اس کے گھر چھوڑنے آیا تو سامنے کا منظر ان دونوں کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔ پولیس وین ابھی ابھی سمیرا کے گھر کے پاس سے گزری تھی۔ اندر سے کسی کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ سمیرا نے گھبرا کر ساتھ کھڑے ذوقرین کو دیکھا جو اسی کی طرف دیکھ رہا تھا اسے اپنی طرف دیکھتے پا کر اس نے فوراً اس کا ہاتھ تھاما جس سے سمیرا اور زیادہ گھبرا گئی۔

"فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں ان لوگوں سے بات کروں گا۔" اسے تسلی دیتا وہ اس کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔ اندر بیٹھے نفوس جو ایک دوسرے کو طعنے دے رہے تھے ان دونوں کو دیکھ کر ایک دم خاموش ہوئے۔

"تم کہاں گئی تھی۔ پوری رات گھر سے غائب تھی۔ کوئی پتہ نہیں تھا تمہارا ہر جگہ تمہیں ڈھونڈا۔" سب سے پہلے اس کے بابا صفدر صاحب گرج دار آواز میں بولے۔ سمیرا کے تو فرشتے

بھی چھوڑ گئے۔ ڈر کے مارے اس بولا ہی نہ گیا۔ جب ذولقرنین بولنے ہی لگا تو سمیرا کی ہونے والی ساس بول اٹھیں۔

"ارے اس کیا پوچھتے ہو صفر میاں۔ یہ جو ساتھ لے کر آیا ہے تمہیں نظر نہیں آ رہا کیا اسی کے ساتھ گئی ہو گی۔ ارے میں پوچھتی ہوں جب میرے بیٹے سے شادی ہی نہیں کرنی تھی تو یہ منگنی کا ناک کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ارے۔ پورے خاندان میں ہمیں ذلیل کروا دیا اس لڑکی نے۔ ارے یہ۔۔"

"بس اب ایک لفظ اور نہیں سنوں گا میں ہماری بات تو سن لیں آپ لوگ۔" ذولقرنین کی برداشت یہیں تک تھی اس نے چلا کر انہیں خاموش کروایا۔ وہ مزید کچھ کہنے ہی والا تھا جب صفر صاحب نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کروا دیا

"دیکھو لڑکے میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور تم لوگوں کے ساتھ کیا ہوا اور نہ ہی میں جاننا چاہتا ہوں۔ بس تم اسے لو اور ابھی اسی اقت یہاں سے سے نکل جاؤ۔" صفر صاحب نے گویا کوئی دھماکہ کیا۔ سمیرا اپنے باپ کا یہ روپ دیکھ کر صدمے سے گنگ رہ گئی۔ اس میں تو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی ہمت بھی نہیں بچی تھی۔



زین گاڑی حویلی کے سامنے روکتا نیچے اترا اور شجاع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم یہیں بیٹھو میں سیل فون لے کر آتا ہوں۔" وہ شجاع سے کہتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا۔ چوکیدار نے اسے سلام کیا جس کا جواب وہ سر کے اشارے سے دیتے ہوئے اندر کی طرف چلا گیا۔ ابھی وہ اندر داخل ہونے ہی والا تھا جب کسی سے بُری طرح ٹکرایا اس سے پہلے کے مقابل گرتا زین نے اسے تھام لیا۔ ہانی جو خود کو بچانے کے لیے بغیر دیکھے بھاگی جا رہی تھی۔ زین سے ٹکرائی اور گرتے گرتے بچی۔ ہانی نے گرنے کے خوف سے آنکھیں زور سے بند کر رکھی تھیں۔ جب کسی کی نظریں خود پر محسوس کر کے دھیرے سے آنکھیں کھولیں اور بس وہی لمحہ تھا جب زین اس کی گہری آنکھوں میں اپنا آپ کھو بیٹھا تھا۔ بے اختیار اس کے دل نے دعا کی تھی کہ کاش وہ آنکھیں ہمیشہ کے لیے اس کی دسترس میں ہوں اور وہ ان میں کھو جائے۔ ہانی نے اسے خود کو یوں دیکھتے پایا تو یکدم سے گھبرا کر پیچھے ہٹی۔ اس کے پیچھے ہٹنے سے زین ہوش میں آیا اور اس کی نظر اپنے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی پر پڑی تو اسے خود ہی اپنی خواہش پر افسوس ہوا۔ آج ہی تو اس کا نام کسی اور کے نام سے جڑ گیا تھا وہ کیسے اتنی جلدی بھول گیا۔ اس کی نظر جب ہانی کے زخمی چہرے پر پڑی تو وہ چونکا۔

"کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہی ہو اور یہ چوٹ کیسے لگی تمہیں؟" زین نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے تھے اور ہانی جو پہلے ہی ڈری ہوئی تھی اس کا تفتیشی انداز دیکھ کر اس کی جان ہوا ہونے لگی۔

"مم میں نے کک کچھ نہیں کیا۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں اسے مارنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ ووو وہ پتہ نہیں کیسے اسے چوٹ لگ گئی۔! پلیز مجھے جانے دیں۔ مم مجھے معاف کر دیں۔" وہ گھبرا کر تیزی سے بولتی اب اس کی منتیں کر رہی تھی۔ اسے ڈرتھا کہ کہیں وہ اسے پولیس کع حوالے نہ کر دے۔

"کون؟ تم کس کی بات کر رہی ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ تم آرام سے مجھے بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟" زین نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا جب کہ خود وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ آخر ہو کس کی بات کر رہی ہے اور کون ہے جس کو اس نے مار دیا۔

"وہ اس طرف ہے۔ مم میں نے اسے وہیں مارا ہے۔" ہانی نے ڈرتے ہوئے کوٹھڑی کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا۔ زین نے اس طرف دیکھا جہاں وہ اشارہ کر رہی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس جانب چلتا ہوا بولا۔

"کون ہے چلو آؤ دکھاؤ مجھے۔" جب کہ ہانی نے ڈرتے ہوئے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

"میں نہیں جاؤں گی - مجھے ڈر لگ رہا ہے -" ہانی نفی میں سر ہلاتی دو قدم پیچھے ہٹی -

"ٹھیک ہے تم یہیں رکو - میں خود دیکھ کر آتا ہوں -" یہ کہتے وہ آگے بڑھا لیکن کچھ یاد آتے ہی پیچھے مڑا اور چوکیدار کو آواز دی -

"سنو یہ جو لڑکی یہاں کھڑی ہے اسے باہر مت جانے دینا -" اسے ہدایت کرتا وہ کوٹھڑی کی جانب بڑھا - ہانی کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا -



سمیرا گنگ کھڑی سب کے سپاٹ چہروں کو دیکھ رہی تھی - وہ ان سب کے رویوں پر حیران تھی کیسے ایک رات میں سب کچھ بدل گیا تھا - اس کے اپنے گھر والے اس کی شکل تک دیکھنے کے روادار نہ رہے تھے - صفر صاحب اپنا فیصلہ سنا چکے تھے - وہ سمیرا کو اپنی زندگی سے بے دخل کر چکے تھے بنا کسی غلطی کے اسے سزا سنائی جا چکی تھی - کسی نے اس سے یہ پوچھنے تک کی زحمت نہ کی تھی کہ آخر وہ گئی کہاں تھی - اس کے ساتھ ہوا کیا تھا - رات بھر وہ کہاں کس حال میں تھی - صفر صاحب فیصلہ کر کے پلٹے ہی تھے کہ سمیرا کی ہونے والی ساس نے انہیں روکا -

"ارے بھائی صاحب ! ایسے کیسے اس کو کسی کے ساتھ بھیج رہے ہیں - رشتہ کیا ہے ان کا آپس میں - ارے میں تو کہتی ہوں کہ ایسے لڑکیوں کو تو۔۔۔۔"

"بس خبردار جو ایک لفظ بھی اور کہا آپ نے۔" ذولقرنین کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ غصے میں دھاڑا تھا۔ جبکہ ان خاتون کی بات بچ میں ہی رہ گئی اور وہ ششدر سی ذولقرنین کو دیکھے گئی۔

"آپ کو یہ جاننا ہے نہ کہ کس رشتے کے تحت میں اسے یہاں سے لے کر جاؤں گا؟" وہ ان کی طرف رُخ کر کے بولا اور سمیرا کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں ابھی اسی وقت آپ سب کے سامنے اس سے نکاح کر کے جائز رشتے کی بنیاد پر اسے یہاں سے لے کر جاؤں گا۔" اس نے سب کو ایک ساتھ جواب دیتے ہوئے سمیرا کی طرف دیکھا۔ وہ تو بس حیران سی اسی کو دیکھے جا رہی تھی۔ کیا کہہ گیا تھا وہ۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ تھک کر اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ جو اس کی قسمت میں لکھا گیا تھا وہ اسے قبول کر چکی تھی اور لگے آدھے گھنٹے میں وہ سمیرا صفر سے سمیرا ذولقرنین بن چکی تھی۔ وہ اسے نکاح کے بعد وہاں سے لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ابھی واپس جا کر اسے ہانی کو بھی ڈھونڈنا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ جو سمیرا کے ساتھ اس کے گھر والوں نے کیا وہ سب کچھ ہانی کے ساتھ ہو۔ وہ جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ شاید اسے پہنچنے میں بہت دیر ہو جائے۔





شاہ باہر ہی ہادی کے پاس بیٹھ گیا اور اسے پینٹنگ سکھانے لگا۔ حمزہ نے کمرے میں آکر دروازہ بند کر دیا اور فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ آنسو آنکھوں سے متواتر بہہ رہے تھے۔ اس شخص کی قربت حمزہ کے لیے ہمیشہ صرف تکلیف کا باعث بنی تھی۔ کیسے وہ آج پھر اس پر اپنا حق جتا رہا تھا۔ "کیا وہ سب کچھ اتنی آسانی سے بھول گیا؟ جو کچھ اس نے میرے ساتھ کیا۔" حمزہ خود سے ہی مخاطب ہوئی تھی۔

"تم بھول گئے ہو گے مسٹر شاہ ! لیکن میں کچھ نہیں بھولی۔ وہ ایک ایک لمحہ جو میں نے اذیت میں گزارا۔ وہ ظلم جو تم نے مجھ پر کیے۔ وہ الزام وہ تکلیف میں چاہ کر بھی کچھ نہیں بھلا سکتی۔ نہ میں خود بھولی ہوں نہ تمہیں بھولنے دوں گی جو تم نے میرے ساتھ کیا۔ ہاں میں تمہارے ساتھ جا ضرور رہی ہوں۔ لیکن تمہاری محبت میں نہیں صرف اور صرف اپنے بیٹے کو اس کا حق دلانے۔" وہ خود کو ماضی کی تکلیفیں یاد دلاتی خیالوں میں شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔ شاہ اس کے قریب آیا تھا اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا جسے شاہ اس کی شرم سمجھ رہا تھا لیکن وہ چہرہ شرم سے نہیں ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہوا تھا۔ اس نے شاہ کو کچھ نہیں کہا تھا جب وہ اس کے قریب آیا تھا جسے شاہ اس کی رضامندی سمجھ رہا تھا۔ لیکن وہ صرف ہادی کے لیے خاموش رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہانی کے سامنے کوئی تماشہ بنے اور وہ اس سے

سوال پوچھے - وہ اس کے ننھے دماغ کو ان سب باتوں میں الجھانا نہیں چاہتی تھی اسی لیے شاہ کی ہر حرکت خاموشی سے برداشت کر گئی۔

زین جیسے ہی اندر داخل ہوا سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ تیزی سے سجاول سائیں کے پاس پہنچا اور ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر چہرہ تھپتھپانے لگا۔

"چچا سائیں ! ہوش میں آئیں آنکھیں کھولیں - کیا ہوا آپ کو؟ چچا سائیں۔۔۔۔۔" زین تقریباً چلا رہا تھا۔ اپنے چچا کی یہ حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ اسے ہانی پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلا اور چوکیدار کو آواز دی۔ اس کی آواز سنتے ہی چوکیدار بھاگتے ہوئے وہاں آیا۔

"جی چھوٹے سائیں حکم۔" چوکیدار نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔ زین نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور خود واپس کوٹھری میں چلا گیا۔ چوکیدار جیسے ہی اندر داخل ہوا سامنے سجاول کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔

"سائیں ! بڑے سائیں کو کیا ہوا؟" چوکیدار نے پریشانی سے پوچھا۔

"اس سب کے بارے میں گھر میں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلنا چاہئے سمجھے ! " وہ اسے تنبیہ کرتے ہوئے بولا۔

"فکر نہ کریں سائیں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔" چوکیدار نے اسے اعتماد دلاتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے باہر گاڑی میں شجاع صاحب بیٹھے ہیں۔ ان کو اندر بلاؤ اور چچا سائیں کو گاڑی تک لے جاؤ۔ میں تب تک اپنا موبائل اندر سے لے آؤں تو ان کو ہسپتال لے کر چلتا ہوں۔" زین کہتے ہوئے کوٹھری سے نکل کر اندر حویلی کی طرف چلا گیا۔ اور چوکیدار سر ہلاتا باہر شجاع کو بلانے کے لیے تیزی سے نکل گیا۔ اس سب کے دوران کسی کا دھیان ہانی کی طرف نہ گیا۔ اور ہانی وہیں ایک کونے میں ڈمی سہمی کھڑی رہی۔

شجاع چوکیدار کے کہنے پر جب اندر آیا تو حیران رہ گیا۔

"یہ سب کیا ہے اور کیسے ہوا؟" شجاع نے چوکیدار سے پوچھا۔

"پتہ نہیں صاحب میں جب اندر آیا تو انہیں اسی حالت میں دیکھا تھا۔ چھوٹے سائیں نے کہا ہے کہ آپ کے ساتھ مل کر انہیں گاڑی تک پہنچاؤں۔ وہ انہیں ہسپتال لے کر جا رہے ہیں۔" چوکیدار نے جلدی سے وضاحت کی۔

"ٹھیک ہے چلو ان کو اٹھواؤ۔" شجاع چوکیدار سے کہتے ہوئے جلدی سے نیچے جھکا اور چوکیدار کی مدد سے سجاول کو گاڑی تک لایا اور بیک سیٹ پر لٹا دیا۔ اس دوران زین بھی موبائل لیے باہر آگیا تھا۔ جب گزرتے ہوئے اس کی نظر ہانی پر پڑی اور اسے یاد آیا کہ اسے وہاں چھوڑا نہیں جا سکتا اور ویسے بھی ہانی کو بھی کافی چوٹیں آئیں تھیں۔ اس کو ٹریسمنٹ کی ضرورت تھی۔ وہ تیزی سے اس کے پاس آیا۔ ہانی جو پہلے ہی دم سادھے کھڑی تھی زین کو اپنی جانب آتا دیکھ کر سختی سے آنکھیں بھیچ گئی تھی کہ وہ پتہ نہیں اب اس کا کیا حشر کرے گا۔ زین کو ہانی اس وقت بالکل کسی معصوم سے بچے کی طرح لگی لیکن وہ فوراً سنبھلا تھا کیونکہ یہ وقت ان سب باتوں کو سوچنے کا نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ لے کر جانے لگا جب ہانی نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ سے کہا نا کہ میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔ پلیز مجھے پولیس کے حوالے نہ کریں۔ مجھے میرے گھر جانے دیں۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"افوہ ! میں نے کب کہا کہ میں تمہیں پولیس کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ ہم ہاسپٹیل جا رہے ہیں تمہیں بھی ٹریسمنٹ کی ضرورت ہے۔" زین نے اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کہا۔



"سچی ! آپ مجھے گھر جانے دیں گے؟" ہانی فوراً خوش ہوتے ہوئے بولی۔

"اب چلو بھی اگر ڈرامے ختم ہو گئے ہوں تو۔" زین نے جھنجھلاتے ہوئے کہا اور تقریباً اسے ساتھ کھسیٹتے ہوئے کہا۔ جب کہ ہانی منہ بناتی رہ گئی کیونکہ اس کی گرفت کافی سخت تھی۔

"شجاع تم چچا سائیں کو لے کر ہاسپٹیل پہنچو میں اس مصیبت کو لے کر آتا ہوں۔" باہر نکل کر زین نے شجاع سے اور آخری جملہ ہانی کو دیکھ کر کہا۔

"ٹھیک ہے جلدی آؤ۔ میں جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر شجاع گاڑی بھگالے گیا اور زین اندر کی جانب چل دیا۔ اندر سے دوسری گاڑی سٹاٹ کی اور ہانی کو بھی ساتھ لے کر وہ شجاع کے پیچھے نکل گیا۔ زین کو لگتا تھا کہ سب کچھ بہت خاموشی سے ہوا ہے اس لیے گھر والوں کی طرف سے وہ مطمئن تھا۔ لیکن کوئی تھا جس نے یہ ساری کاروائی ہوتے ہوئے دیکھ لی تھی اور اب وہ آگے کالائٹ عمل تیار کر رہا تھا۔



شاہ نے جب کافی دیر حمنہ کو سامنے نہ دیکھا تھا تو اب اُٹھ کر اسے دیکھنے کے خیال سے روم کی جانب جانے لگا تھا جب ہادی کی آواز پر پلٹا۔

"بابا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ ابھی تو میں نے پینتند (پینٹنگ) بھی نہیں بنائی۔" ہادی نے اسے جاتے دیکھا تو منہ بنا کر بولا۔

"بابا کی جان ! آپ بناؤ بابا ابھی آرہے ہیں ماما کو دیکھ کر۔" شاہ نے اسے لاڈ سے گود میں اٹھا کر کہا۔

"کیوں بابا آپ نے ماما کو پہلے نہیں دیکھا ہوا؟" ہادی معصومیت سے بولا اور اس کی حاضر جوابی دیکھ کر شاہ حیران رہ گیا۔

"یار دیکھا تو ہے۔ لیکن پھر بھی دل کر رہا ہے نا۔ پیار کرتا ہوں تمہاری ماما سے۔" شاہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ماما ابھی آپ سے پیار کرتی ہیں؟" ایک اور سوال کیا گیا اور اس بار شاہ اپنا قہقہہ روک نہ پایا۔ اس کی بات پر شاہ کو شرارت سو جھی۔

"میرا تو بہت کرتا ہوں۔ پر آپ کی ماما کا پتہ نہیں۔" شاہ نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

"تو آپ ہو چھ لیں نا ان سے کہ وہ آپ سے پیار کرتی ہیں کہ نہیں۔" ہادی نے فوراً حل پیش کیا۔ شاہ جانتا تھا کہ عہ میہی کسے گا اور اب اسے کیا کرنا تھا وہ یہ بھی سوچ چکا تھا۔

"وہ مجھے نہیں بتائیں گی۔" شاہ نے مصنوعی دکھ سے کہا۔

"کیوں نہیں کہیں دی؟ وہ تو مجھے بھی کہتی ہیں کہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔" ہادی نے نے معصومیت سے پوچھا۔

اچھا تو پھر تم ہی مجھے ان سے پوچھ دو نا۔" شاہ نے اس کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پوچھ تو میں دوں دا(گا)۔ لیکن مجھے کیا ملی دا(گا)؟" ہادی پُر سوچ انداز میں بولا۔ شاہ تو منہ کھولے بس اس چار سال کے بچے کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کیسے اس سے اپنی بات منوانے کے لیے بلیک میل کر رہا تھا۔ کچھ سوچ کر اس کے لب مسکرائے۔ وہ ہوہو اپنے باپ کی کاپی تھا۔ شکل میں بھی اور عادتوں میں بھی۔

"اچھا کیا چاہیے میرے شہزادے کو۔" شاہ نے پیار سے اس کے گال چھوتے ہوئے پوچھا۔ آخر کو اسے اپنی بات بھی تو منوانی تھی سو کیسے انکار کر سکتا تھا۔

"سچ میں بابا آپ میری بات مانیں دے(گے)؟" ہادی فوراً خوش ہوتے ہوئے اس سے تصدیق کرنا چاہ رہا تھا۔ اس لمحے وہ اسے پھر ماضی کی یاد دلا گیا تھا۔ جب اس سے بھی کسی نے بالکل اسی انداز میں تصدیق چاہی تھی۔

"بابا بولیں نا ! " ہادی نے اسے گم سم پایا تو جھنجھلا کر بولا

"ہاں ہاں ! بولو کیا چاہیے ؟" شاہ واپس ماضی کی یادوں سے حال میں آتے ہوئے بولا۔

"آسکریم ! " ہادی نے جھٹ سے اپنی خواہش بتائی تھی ۔ شاہ مسکرا دیا تھا ۔ کتنی معصوم خواہش تھی اس کی

"اوکے ڈن ہم کل آسکریم کھانے چلیں گے ۔" وہ اسے ساتھ لگائے باہر کی جانب نکل گیا۔



اظہار صاحب رات سے بہت پریشان تھے ۔ ہانی کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا ۔ وہ کل شام سے اس کو اب تک کتنی ہی بار کال کر چکے تھے لیکن اس کا نمبر بند جا رہا تھا ۔ کل اس نے واپس گھر آنا تھا سب کتنے خوش تھے لیکن جب شام تک بھی وہ نہ پہنچی تو ان کو پریشانی نے آ گھیرا وہ پہلے کبھی اتنی لیٹ نہیں ہوئی تھی ۔ زینب بیگم کئی بار اظہار صاحب سے پوچھ چکی تھیں لیکن ہر بار ان کی آس ناکام لوٹتی ۔ جب رات تک ہانی کا فون بند رہا تو اظہار صاحب نے اس کے ہوسٹل انچارج کو کال کی اور جب انہوں نے بتایا کہ وہ تو کل دن سے ہوسٹل سے جا چکی ہے ۔ اظہار صاحب کو تو زمین کھومتی ہوئی محسوس ہوئی ۔ وہ ہر جگہ جا کر اس کا پتہ کر چکے تھے اور اب تھکے ہارے گھر لوٹے تھے ۔



"کیا ہوا اظہار صاحب ! کچھ پتہ چلا میری بچی کا؟" وہ اندر آئے ہی تھے کہ زینب بیگم فوراً سے ان کے پاس آئی تھیں۔

"نہیں زینب بیگم میں اپنی بچی کو اب تک نہیں ڈھونڈ پایا۔ میں نے ہر جگہ اسے ڈھونڈا وہ کہیں نہیں ملی۔ میں ہار گیا۔ میں اسے نہیں لاسکا۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہوگی؟" اظہار صاحب ہارے ہوئے لہجے میں گویا ہوئے۔ وہ ٹوٹ چکے تھے۔ انہیں اپنی بیٹی پر پورا بھروسہ تھا۔ لیکن وہ زمانے کا کیا کرتے۔ کیسے لوگوں کا منہ بند کرواتے۔ وہ جانتے تھے کہ ہانی کی گمشدگی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گی اور اس وقت سے وہ ڈر رہے تھے۔

"اظہار صاحب آپ ذوقرین کو کیوں نہیں بتاتے وہ ڈھونڈے گا نا اسے۔" زینب بیگم کا حوصلہ جواب دے رہا تھا۔ وہ زمین پہ ہی بیٹھتے ہوئے آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ بولیں۔ "آپ کیا سمجھتی ہیں میں نے کوشش نہیں کی اسے بتانے کی اس کا بھی نمبر بند جا رہا ہے۔" اظہار صاحب نے قرب سے آنکھیں بند کر لیں وہ آنے والے وقت کا سوچ کر ہول رہے تھے۔



وہ لوگ ہاسپٹل پہنچے تو ابھی رات کے تین بج رہے تھے۔ زین فوراً سجاول سائیں کو ایمر جنسی میں لے کر گیا۔ ڈاکٹرز نے کیس لینے سے منع کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ پولیس کیس تھا۔

"دیکھیں مسٹر زین ! وی رئیلی سوری یہ پولیس کیس ہے۔ جب تک ایف آئی آر نہیں کٹتی  
یم کچھ نہیں کر سکتے۔" ڈاکٹر نے زین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر پلیز یہ ایرجنسی ہے۔ ان کی حالت پہلے ہی کافی سیریس ہے۔" زین نے ڈاکٹر سے  
التجاج کی۔

"آئی ایم سوری مسٹر زین وی کانٹ ڈو اپنی تمھنگ (معاف کیجئے گا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"  
ڈاکٹر نے صاف جواب دیا۔ زین شکستہ قدموں سے ایرجنسی سے باہر آیا شجاع اس کا انتظار کر  
رہا تھا۔ زین نے اسے ہانی کے ساتھ ہی رکنے کے لیے کہا تھا۔ جب اسے باہر آتے دیکھ کر  
شجاع فوراً اس کی طرف لپکا۔ عہ اس کے چہرے ہر مایوسہ صاف دیکھ چکا ہے۔  
"کیا ہوا؟ کیا کہہ رہے ہیں ہیں ڈاکٹر؟" شجاع نے جلدی سے پوچھا۔

"کہتے ہیں پولیس کیس ہے جب تک پولیس انولو نہیں ہوگی کید نہیں لیں گے۔" زین نے  
مایوسی سے ہانی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ہانی کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"تو کیا اسے اب پولیس لے جائے گی۔ اب کیا ہو گا۔" ہانی کا دماغ شل ہو گیا تھا وہ اس  
سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں پا رہی تھی۔

"یار میرے انکل اس ہاسپٹل کے ڈونرز میں سے ہیں۔ میں ان سے بات کرتا ہوں۔" شجاع نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور فون اٹھا کر باہر چلا گیا۔

"اب کیا ہو گا؟" ہانی نے اسے اکیلے پا کر فوراً سوال کیا تھا وہ کب سے شجاع کیوجہ سے خاموش تھی۔

"جو تم نے کیا ہے نادعا کرو ڈاکٹرز کیس کے لیں اور چچا سائیں بچ جائیں ورنہ یہی ہو گا کہ تم جیل میں چکی پیسو گی۔" زین نے سخت لہجے میں کہا۔ ہانی اس کی بات اور لہجے سے ڈر گئی اور چہرہ ہر بیٹھ کر اب مزید سوال کرنے کی بجائے سجاو کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ کتنی عجیب بات ہے جس شخص کے مرنے کی دعائیں وہ کچھ گھنٹے پہلے مانگ رہی تھی اب اسی کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

"میری انکل سے بات ہو گئی ہے وہ کہہ رہے تھے کہ ابھی بات کریں گے ہاسپٹل انچارج سے۔ تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" شجاع نے اندر آتے ہی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی تھی۔ ابھی تک زین نے ہانی سے اس حملے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔

"ایکسکیوز می کیا آپ مسٹر زین ہیں۔" ایک لڑکے نے زین کو مخاطب کر کے کہا۔

"جی میں ہی ہوں کیسے کیا بات ہے؟" زین جلدی سے اس کے پاس آ کر بولا۔

"سر کہہ رہے ہیں آپ آکر فارم فل کر دیں تکہ آپریشن سٹارٹ ہو سکے۔" اس لڑکے نے جواب دیتے ہوئے زین کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

ان کو گاڑی میں بیٹھے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس سارے وقت کے دوران دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ گاڑی میں خاموشی تھی جب اچانک ذولقرنین نے گاڑی سائیڈ پر لگائی اور اپنی طرف سے نیچے اتر کر سمیرا کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

"نیچے اُترو۔" نین نے اس کی طرف دیکھے بغیر اسے مخاطب کیا۔

"جی !" سمیرا نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دل میں کہیں خوف نے سر اٹھایا کہ جن حالات میں اسے نین کے ساتھ زبردستی کے بندھن میں باندھ دیا گیا تھا کہیں وہ اس سے جان چھڑوانے کے لیے اسے یہیں نہ چھوڑ جائے۔

"پلیز میں کہاں جاؤں گی؟ میرا اب کوئی نہیں ہے۔ میں ساری زندگی آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جائیں۔ میں آپ کے پیرنٹس سے بھی معافی مانگ لوں گی۔ پلیز۔" اس خیال کے ذہن میں آتے ہی کہ وہ اسے یہاں چھوڑ نہ جائے اس کی اگلی بات سُنے بغیر سمیرا نان سٹاپ شروع ہو چکی تھی۔ نین جو اس کو کھانا کھلانے کا سوچ رہا تھا کیونکہ



وہ دونوں کل رات سے بھوکے تھے۔ پریشانی کی وجہ سے کھانے کا ہوش ہی نہیں تھا۔ اب راستے میں اس کی نظر سامنے ڈھالے پر پڑی اسے بھوک کا احساس ہوا تو اس نے گاڑی روک دی تھی۔ اس کی باتوں پر حیران سا اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"مجھے پتہ ہے آپ مجھ پر غصہ ہیں کیونکہ میری وجہ سے آپ اتنی پریشانی میں گھرے ہوئے ہیں۔" سمیرا اس کی حیرانی کے تاثرات دیکھ کر فوراً وضاحت دیتے ہوئے بولی۔ کیونکہ وہ سمجھ رہی تھی کہ نین شاید اس کی بات سن کر اکتا گیا ہے۔ جب کہ نین کو جب ساری بات سمجھ میں آئی تو ناچاہتے ہوئے بھی ایک شرارت اس کے دماغ میں آئی تھی۔

"میں نے کہا فوراً گاڑی سے نیچے اُترو۔" نین نے مصنوعی غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اس کی بات سن کے سمیرا کے اوسان خطا ہونے لگے اس کو ایسے دیکھ کر جب ہسی روکی نہ گئی تو رُخ موڑ کر مسکرا دیا۔

"لل لیکن مم میں کہاں جاؤں گی؟" سمیرا نے گاڑی سے نیچے اُتر کر نم آنکھوں سے پوچھا۔

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ جہاں دل کرے چلی جاؤ۔" نین نے رُخ موڑے مسکراہٹ دبا کے کہا۔ سمیرا کو تو اس کی بات سلگ کر رہ گئی۔ جب مزید برداشت نہ ہوا تو غصے سے پھٹ پڑی۔

"ہاں تو اس وقت کس نے کہا تھا۔ میں نے کیا گن پوائنٹ پر نکاح کیا تھا آپ سے؟ کوئی زبردستی نہیں کی تھی۔ اس وقت تو خود بڑے تیس مار خان بنے تھے کہ میں ابھی نکاح کروں گا۔ نہ کرتے نا...." سمیرا غصے میں بولتی اس کی نکل اتار رہی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کی آواز اونچی ہو رہی تھی۔ اس کی شور کی آوازیں سن کر آس پاس کئی لوگ اکٹھے ہو چکے تھے۔ نین تو اس کا یہ کڑا کا انداز دیکھ کر ہس رہا تھا آس پاس بھیڑ لگتی دیکھ فوراً سنبھلا تھا۔

"افوہ! مزاق کر رہا تھا یار۔ تم تو لڑائی ہی کرنے لگ گئی ہو۔ دیکھو کتنے لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔" نین اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے وہاں سے لے جانے لگا۔ سمیرا کی نظر جب خود کو گھورتے لوگوں پر پڑی تو اسے خفت محسوس ہوئی۔

"ہاں تو یہ کوئی وقت ہے مزاق کرنے کا حد ہوتی ہے ایسا کوئی مزاق کرتا ہے۔" سمیرا اپنی خفت مٹاتے ہوئے اسی کو سن رہی تھی۔

"ہاں تو کیا ہوا بیوی ہو میری کسی بھی وقت مزاق کر سکتا ہوں تمہارے ساتھ۔" نین نے شرارت سے آنکھ دباتے ہوئے بولا۔ اس کے بیوی کہنے ہر سمیرا کا چہرہ شرم سے سُرخ ہو گیا تھا وہ جھینپ کر مُسکرا دی۔ نین نے بھی ٹھنڈی آہ بھری۔ وہ اس وقت اس کا دھیان بٹانا چاہتا تھا۔ تاکہ آج کے واقعات کو وہ بھول سکے اور وہ اس کا دھیان بٹانے میں کافی حد تک کامیاب ہوا تھا۔



ڈاکٹرز کو آپریشن شروع کیے کافی دیر گزر گئی تھی لیکن ابھی تک کوئی حوصلہ افزاء خبر نہیں آئی تھی۔ ہانی مسلسل آنکھیں بند کیے بس دعائیں مانگ رہی تھی۔ زین کورئیر ڈور کے چکر کاٹ کاٹ کر تھک چکا تھا۔ وہ آپریشن تھیٹر کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔

"زین چل یار صبح ہو گئی ہے۔ کینٹین سے کچھ کھا لے ایسے ہی رہے گا تو یہ سب کیسے سنبھلے گا؟" شجاع زین کی حالت دیکھ کر اسے سمجھا رہا تھا۔

"نہیں یار تو جا کچھ کھا لے اور اس کے لیے بھی کچھ لے آ۔ مجھے ابھی صرف اکیلا چھوڑ دے۔" زین نے ہانی کی طرف دیکھتے ہوئے بات مکمل کی۔ شجاع خاموشی سے وہاں سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد زین بھی تھک کر ہانی کے سامنے والی چیئر پر جا کر بیٹھ گیا۔

"اب دعائیں مانگو۔ یہ سب کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا تمہیں۔ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مشکل میں ڈالا ہوا تو تم نے۔" زین ہانی کو مسلسل دعائیں مانگتا دیکھ کر اکتایا تھا۔ اسے ہانی پر غصہ بہت آ رہا تھا۔

"میرے پاس اس وقت اور کوئی چوائس نہیں تھی۔" ہانی نے تنک کر جواب دیا تھا۔

"اچھا ایسا ہوا کیا تھا جو تم نے یہ سب کیا اور تم میرے گھر میں کر کیا رہی تھی؟" اس بار زین کا لہجہ مزید تلخ ہوا تھا۔

"آپ ہوتے کون ہیں مجھ سے یہ سب پوچھنے والے۔ میں کوئی آپ کی ملازمہ نہیں ہوں جو آپ کو ہر بات کے لیے جواب دہ ہوں۔" ہانی اس کو سب کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اس کا تلخ لہجہ دیکھ کر وہ بھی سیخ پا ہو گئی تھی اور الٹا ہی جواب دیا تھا۔

"تم مجھ سے اس لہجے میں بات نہیں کر سکتی۔ جانتی نہیں ہوا بھی تم مجھے۔" زین کو اس کا جواب دخت ناگوار گزرا تھا۔ اس لیے دھیرے سے غرایا۔

"ہاں مجھ سے زیادہ تم لوگوں کو جان بھی کوئی نہیں سکتا۔ تم لوگوں کا بس صرف خود سے کمزور پر ہی چلتا ہے۔" ہانی نے تنفر سے منہ پھیر لیا۔

"تم اپنی بکواس بند کرو۔ سمجھتی کیا ہو خود کو۔ تم جیسیوں کو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" زین تو اس کی بات سن کر اپنا آپا کھو چکا تھا۔ غصے میں اُٹھ کر اس کا منہ اپنے ہاتھ میں دبوچ کر کہا۔ اس سے پہلے وہاں مزید تماشہ بنتا شجاع جو اندر آ رہا تھا ان دونوں کو یوں دیکھ کر فوراً ان کی طرف آیا اور ہانی کو اس کی پکڑ سے آزاد کرواتا اس کو پیچھے لے کر گیا۔



"کیا کر رہا ہے یار ! جانتا ہے پہلے کتنی مشکل ہو رہی ہے۔ کم از کم جب تک کچھ خبر نہیں آتی پلیز خود ہر کنٹرول کر۔" شجاع اسے سمجھانے لگا۔ اسے ہانی کی حالت ہر بھی کافی ترس آ رہا تھا۔ اس کا حلیہ دیکھ کر وہ کچھ اندازہ لگا چکا تھا کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ زین خاموشی سے اُٹھ کر اپریش تھیٹر کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ ہانی ابھی بھی وحشت زدہ سی آنکھوں پھیلانے لگی تھی۔ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔



زین لوگوں کے حویلی سے نکلنے کے بعد وہ سیدھا بی جان کے کمرے میں آئیں اور ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ شکر تھا کہ زین بی جان کے کمرے میں نہیں آیا تھا ورنہ ان کا پول کھل جاتا۔ اب وہ اگلا لائحہ عمل کے بارے میں سوچ رہیں تھیں۔ وہ واقعی حد درجہ تک سفاک بن چکی تھیں۔ ان کا شوہر اس وقت ہسپتال میں زندگی اور موت کے درمیان جھول رہا تھا ایک عورت چاہے جیسی بھی ہو اس کا شوہر جیسا بھی ہو ایسی سچوایشن میں ٹوٹ جاتی ہیں لیکن وہاں تو کسی کو پرواہ ہی نہیں تھی۔ ان کو پرواہ تھی تو بس اس بات کی کہ اس قتل سے اب کیسے بچا جائے۔ بہت دیر سوچنے کے بعد وہ ایک جھٹکے سے اُٹھیں اب وہ مطمئن تھیں۔ ایک مسکراہٹ ان کے چہرے پر تھی جو سب کچھ ٹھیک ہونے کا اندیشہ دے رہی تھی۔ وہ خاموشی سے جیسے آئیں

تھیں ویسے ہی پلٹ گئیں۔ اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ کر کل کے بارے میں سوچتے ہوئے نیند کی وادیوں میں اتر گئیں۔



صبح کے 7 بج چکے تھے جب ڈاکٹر نے اپریشن تمھیڑ کا دروازہ کھولا اور باہر آئے۔ زین تیزی سے ان کی جانب لپکا۔

"ڈاکٹر صاحب اب کیسی طبیعت ہے ان کی۔ کیا کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟" زین نے بے چینی سے پوچھا۔

"فی الحال تو آپ لوگ دعا کریں۔ ہم نے کانچ ان کے سر سے نکال دیا ہے۔ کافی گہری چوٹ آئی ہے ان کو۔ کنڈیشن پہلے سے کافی بہتر ہے۔ لیکن کچھ کہہ نہیں سکتے کہ کب رے ک ہوش میں آئیں گے۔ اور ان کے سر میں کس حد تک سیریس انجری ہوئی ہے ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہو گا۔" ڈاکٹر نے اسے تسلی دی لیکن ساتھ میں پھر سے ایسی نیوز سنا دی کہ وہ مزید پریشان ہوا تھا۔

"چلو اٹھو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں۔" ڈاکٹر کے جانے کے بعد زین ہانی کے پاس آیا تھا۔ وہ اباس کع مزید وہاں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر چل دی۔

"شجاع اگر کوئی بھی ایرجنسی ہوئی تو فوراً مجھے کال کر دینا اور ہاں گھر کال کر کے گارڈ کو ساری سپوائشن بتا دو۔ اس سے کہنا میرے آنے دے پہلے کسی کو کچھ نہ بتائے۔" زین نے جانے سے پہلے شجاع کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ جب کہ شجاع نے سر ہاں میں ہلا دیا۔

"اب ایڈریس بھی بتا دو مجھے خواب نہیں آئے گا کہ تمہارا گھر کہاں ہے۔" گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد بھی جب ہانی خود سے کچھ نہیں بولی تو زین نے تپ کر کہا۔

"آپ نے مجھ سے پوچھا ہی کب جو م آپ کو بتاتی۔" ہانی نے بھی تپے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"تو تم میرے پوچھنے کا ویٹ کیوں کر رہی تھی۔ خود بھی بتا سکتی تھی۔ تمہیں نہیں پتہ کیا؟" ننھی بچی نہیں ہو کہ ہر بات پوچھنی پڑے گی۔ "زین نہ جانے کیوں اس کے ساتھ اتنا سخت ہو رہا تھا۔ ہانی نے مزید بحث سے بچنے کے لیے خاموشی سے ایڈریس بتایا وہ مزید اس سے بحث کر کے اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ زین نے گاڑی اس کے بتائے ہوئے راستے پر ڈال دی اور وہ بس آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ آنے والا وقت اب اس کے لیے کیا سوغات لانے والا تھا۔

شاہ ہادی کو گھما کر واپس لایا تو حمہ کو بے چینی سے لاؤنج میں ٹہلتا دیکھ کر اس کی طرف آ گیا۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے ۔ اتنی پریشان کیوں ہو؟" شاہ نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا ۔  
جب حمہ ان کی طرف متوجہ ہوئی ۔

"آپ کو پتہ ہے میں کتنی پریشان ہو گئی تھی ۔ کہاں لے کر گئے تھے آپ ہادی کو مجھ سے پوچھے بغیر ۔" حمہ غصے سے ہادی کو اس کی گود سے لیتے ہوئے بولی ۔

"کیا ہو گیا ہے ؟ باپ ہوں میں ہادی کا کہیں بھی لے کر جا سکتا ہوں ۔" شاہ نے غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا ۔

"نہیں ہیں آپ اس کے کچھ بھی ۔ کوئی حق نہیں ہے آپ کا میرے بیٹے پر سمجھے آپ ۔" حمہ چلائی تھی ۔

"آہستہ بولو کیوں تماشہ بنا رہی ہو اتنی سی بات کا ۔" شاہ دھیمے لہجے میں غرایا ۔

"میں ! میں تماشہ بنا رہی ہوں ؟ تماشہ تو آپ نے بنا دیا ہے میری زندگی کا ۔ آپ کی وجہ سے آج میں اس حال تک پہنچ گئی ہوں ۔" حمہ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے چیخی تھی ۔



"حمنہ ! " شاہ کا ہاتھ بے اختیار اٹھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کے چہرے پر اپنا نشان چھوڑتا شاہ نے ہاتھ روک لیا۔

"رُک کیوں گئے ؟ ماریں نا آپ کو تو ویسے بھی عادت ہے اس سب کی اور اب تو مجھے بھی یہ سب عجیب نہیں لگتا۔ آپ کی کھوکھلی مردانگی کا یہی تو ثبوت ہے جب چاہا میری ذات کو کراچیوں میں بکھیر کر رکھ دیا۔" حمنہ نے آنسوؤں کو روکتے ہوئے ہس کر طنز کیا۔

شاہ کو اس کا یہ طنز بہت کچھ یاد دلا گیا تھا۔ اس نے بہت بُرا کیا تھا اس کے ساتھ۔ وہ تو سمجھا تھا حمنہ سب کچھ بھٹلا کر اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے لیکن وہ شاید یہ بھول گیا تھا جو زخم اس نے حمنہ کی روح کو دیے تھے ان کا ازالہ اتنی آسانی سے نہیں ہونا تھا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے نکل گیا وہ جانتا تھا کہ اتنی آسانی سے اسے معافی نہیں ملنے والی۔ جب کہ حمنہ آنکھوں میں آنسو لیے اسے جاتا دیکھتی رہی۔ آج وہ بہت ڈر گئی تھی جب اس نے ہادی کو گھر پر نہیں پایا۔ اس کی تو یہ سوچ کر ہی جان نکلی جا رہی تھی۔

"اگر شاہ ہادی کو اس سے دور لے گیا یا اس نے ہادی کو کچھ کر دیا تو" اس سے آگے وہ سوچ ہی نہ پائی تھی۔ اسی لیے جیسے ہی شاہ ہادی کو لے کر واپس آیا حمنہ نے جھگڑنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ہادی کے بغیر جینے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کا سب کچھ ہادی ہی تو تھا اور اب اسے اپنے ہاس دیکھ کر وہ پُر سکون ہو گ تھی۔



زین نے گاڑی اس کے گھر کے سامنے روکی تھی۔ ہانی نے سر اٹھا کر سامنے گیٹ کی طرف دیکھا۔ کئی لمحے وہ بے یقینی سے سامنے دیکھتی رہی۔ اس کا رب کتنا مہربان تھا۔ کیسے اس مشکل میں سے اس کو نکالا تھا۔ اس کی عزت کو بچایا تھا۔ آنکھوں میں نمی لیے اس نے شکر بھری نظر آسمان پر ڈالی اور گاڑی سے نیچے اتر آئی۔ زین بھی اپنی جانب کا دروازہ کھول کر نیچے اتر چکا تھا۔

"چلیں ! " کچھ دیر اسے یونہی گیٹ کے سامنے کھڑا دیکھ کر زین نے اسے آواز دی۔  
"آہاں ! چلیں۔" زین کے آواز دینے پر وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔ دونوں نے قدم اندر بڑھا دیے۔ جیسے ہی ہانی اندر داخل ہوئی اپنے ماں باپ کو پریشان دیکھ کر فوراً ان کی طرف لپکی۔  
"امی ! بابا ! " ہانی روتے ہوئے اظہار صاحب کے گلے جا لگی۔ اظہار صاحب کتنی دیر بے یقینی کی کیفیت میں خود کو یقین دلاتے رہے کہ ان کی گریبا ان کے پاس تھی۔ زینب بیگم بھی خوشی سے رو دی تھیں۔ ان کی بیٹی صحیح سلامت ان کے پاس تھی۔ زین خاموش کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔

"اہمممم ! " زین نے انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلایا رو ہانی فوراً اظہار صاحب سے الگ ہوئی۔

اظہار صاحب نے زین کی طرف دیکھا کیونکہ وہ اسے نہیں جانتے تھے۔

"بابا انہوں نے میری جان بچائی ہے۔ اور یہی مجھے گھر لے کر آئیں ہیں۔" ہانی نے اظہار صاحب کو زین کو گھورتے پایا تو اس نے وضاحت کی۔

"آؤ نا بیٹا بیٹھو ! " اس سی پہلے اظہار صاحب کچھ کہتے زینب بیگم فوراً بولیں۔

"نہیں آنٹی میں چلتا ہوں۔ بس آپ کی امانت آپ تک پہنچانی تھی۔ اب مجھے اجازت دیں۔" زین سہولت سے بات بنائی۔ حالانکہ دل اس کا بھی چاہ رہا تھا رکنے کو لیکن ہاتھ میں پہنی انگوٹھی اسے بار بار بے ایمانی کا احساس دلا رہی تھی۔

رانیہ جو ہانی کو دیکھ چکی تھی لیکن اس سے ملنے باہر نہ آئی وجہ زین تھا۔ کیونکہ وہ ہر کسی کی سامنے نہیں جایا کرتی تھی۔ فوراً اندر بھاگی اور نین کو کال ملانے لگی وہ اسے سب کچھ بتانا چاہتی تھی۔ لیکن نین کو فون بند مل رہا تھا۔



کھانا کھا کر نکلے تو نین نے ٹائم دیکھنے کے لیے فون اپنی پاکٹ سے نکالا۔ لیکن فون آف تھا۔

"اوہ نو ! " نین نے پریشانی سے کہا۔

"کیا ہوا؟" سمیرا نے اسے اس طرح ری ایکٹ کرتے دیکھ کر پوچھا۔

"کل سے موبائل میں نے آف کر کے رکھا ہوا تھا۔ مجھے آن کرنا یاد ہی نہیں رہا۔ گھر پر سب بہت پریشان ہوں گے اور اب تک یقیناً ہانی کے بارے میں پتہ چل گیا ہو گا کہ وہ غائب ہے۔" نین نے پریشانی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"تو اب آن کر لیں آپ۔ گھر والوں سے بات کر لیں انہیں تسلی دیں۔" سمیرا نے اس کی پریشانی کم کرنا چاہی تھی۔

"ہاں کرتا ہوں۔ تم گاڑی میں بیٹھو میں کال کر کے آتا ہوں۔" اس کہتا نین موبائل لے کر سائیڈ پر چلا گیا اور سمیرا گاڑی میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ پہلی بیل جاتے ہی کال اٹھالی گئی۔

"بھائی میں ابھی آپ کو ہی کال کر رہی تھی لیکن آپ کا نمبر بند جا رہا تھا۔" چھوٹے ہی رانیہ بولی۔

"ہاں گریٹا تم پریشان نہ ہو میں گھر آ رہا ہوں۔ مجھے ہانی کے بارے میں پتہ چل گیا ہے۔ میں گھر آتا ہوں تو پھر ہم مل کر اسے ڈھونڈ لیں گے۔" نین نے اسے تسلی دینا چاہی۔

"لیکن بھائی ہانی آپ کی واپس آ گئی ہیں۔ ابھی ابھی ایک لڑکا انہیں چھوڑنے آیا ہے۔" رانیہ نے اسے جھٹ سے بتایا۔



"کیا ! سچ میں بس ٹھیک ہے میں فوراً گھر آ رہا ہوں - تم بس ہانی کا خیال رکھنا -" نین نے پہلے حیرانی اور پ خوشی دے جواب دیتے ہوئے فون کٹ کیا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا -

"کیا ہوا سب ٹھیک تو ہیں نا کیا کہہ رہے تھے ؟" اس کو واپس گاڑی میں بیٹھتا دیکھ سمیرا نے سوالوں کی بارش کر دی تھی -

حوصلہ رکھو لڑکی ! سانس لے لو بتاتا ہوں - "نین نے اس کی چلتی زبان کع بریک لگانے کے لیے بولا۔ سمیرا نے گھورتے ہوئے خاموشی اختیار کی لی۔

"ہانی مل گئی ہے - گھر پر ہے اور اب ہم گھر جا رہے ہیں -" نین نے اپنی طوف سے تمام ممکنہ سوالات کے جواب ایک ہی بار میں دیتے ہوئے کہا۔

"کیہیا ! سچ میں - کہاں تھی وہ - کب آئی اب کیسی ہے -" سمیرا نے پھر سے کئی سوال کیے تھے جبکہ نین نے افسوس سے گردن ہلائی۔ وہ چاہے جتنے بھی سوالوں کے جواب دے دیتا لیکن آگے بھی سمیرا تھی جس کے سوال نہ ختم ہونے تھے -

"ابھی مجھے بھی کچھ نہیں پتہ - گھر جا کر خود سب پوچھ لینا اور اب میرا دماغ مت کھانا پلیز۔"

نین نے اسے مزید بولنے سے روکا - سمیرا نے غصے میں رُخ دوسی جانب موڑ لیا اور گاڑی سے باہر دیکھنے لگی۔ نین اس کو دیکھ کر مسکرا دیا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔



زین ان لوگوں سے اجازت لیتا ابھی باہر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ گیٹ پر لوگوں کا شور اور ہجوم دیکھ کر وہیں رُک کر گیا اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ آخر ہو کیا رہا ہے جب اظہار صاحب بھی شور کی آواز سُن کر باہر نکل آئے اور گیٹ کھول کر باہر نکلے۔

"نکالو اسے باہر۔ جانے کہاں رات گزار کر آئی ہے۔ یہ شریفوں کا علاقہ ہے۔ یہاں ایسی حرکتیں نہیں چلیں گی۔" دروازہ کھولتے ہی پہلی آواز جو اظہار صاحب کے کانوں میں پڑی ان کے قدموں کو وہیں شل سا کر گئی۔ زین خاموش کھڑا ساری سچوایشن کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہوش میں تو ہیں خبردار جو کسی نے میری بیٹی کے خلاف ایک لفظ بھی نکالا تو۔" اظہار صاحب غصے سے پھنکارے تھے۔ مطلب بات باہر لوگوں تک پہنچ چکی تھی۔ وہ ہوا جس کا انہیں ڈر تھا۔ لیکن یہ بات باہر گئی کیسے وہ ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر تھے۔

"تو تو کیا کرو گے تم ہاں۔" ایک شخص غصے سے کہتا آگے بڑھا۔

"تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا کسی کو۔" اظہار صاحب طیش میں بولتے اس کا کالر پکڑ چکے تھے۔  
جب کئی لوگوں نے آگے بڑھ کر اس آدمی کا گریبان چھڑوایا۔

"ارے یہ تو پاگل یو چکا ہے۔" بھئی ہم تو پہلے ہی لڑکیوں کے گھر سے باہر جانے پر منع کرتے تھے۔ لیکن اس پر تو بیٹی کو پڑھانے کا بھوت سوار تھا۔ اب وہ اس کے سر پر خاک ڈال آئی ہے لیکن پھر بھی اس کی عقل ٹھکانے نہیں آئی۔" ایک اور شخص نے ہانک لگائی تھی۔

"خبردار جو اب کسی نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو جان سے مار دوں گا اس کو۔" زین کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ وہ مزید برداشت نہ کر سکا تو بیچ میں بول پڑا۔

"آپ لوگوں کو شرم نہی آتی ایک بے گناہ پر ایسا الزام لگاتے ہوئے۔ کچھ تو خدا کا خوف کریں آپ کر گھروں میں بھی بہنیں بیٹیاں ہیں۔" زین ان کو سمجھانے کی غرض سے بولا لیکن وہاں سمجھنا کون چاہتا تھا۔

"دیکھو لڑکے یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے تم بیچ میں مت پڑو۔ ہمارے گھر کی عورتیں یوں کسی کے ساتھ بھی منہ اٹھا کر نہ جاتی ہیں نہ آتی ہیں۔" بھیڑ میں سے ایک اور شخص نے کہا۔

"چلو بھئی اب اس کا فیصلہ پنچایت ہی کرے گی۔ اب ان سے پنچایت میں ہی بات ہو گی۔  
اظہار میاں اب اس لڑکے کو پنچایت میں لے کر آؤ۔ ہم سب اب وہیں فیصلہ کریں گے۔"  
پہلے والے شخص نے کہا اور وہاں سے جانے لگے جبکہ اظہار صاحب کو لگا آج وہ سب ہار جائیں گے۔

دروازے ک پیچھے کھڑی زینب بیگم جو یہ سب سن رہیں تھیں۔ ان کے قدم لرکھڑائے اور وہ وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئیں۔

شاہ تھکے قدموں سے چلتا واپس اپنے فلیٹ پر آ گیا تھا۔ ایک ایک قدم بوجھل ہوا جا رہا تھا۔  
اسے اپنی ہر خطا یاد آرہی تھی۔ کتنی تکلیف دی تھی اسنے حمزہ کو ایک امید تھی اسے کہ وہ  
ان کے رشتے کو ایک موقع اور دے گی لیکن آج اس کا سرد رویہ دیکھ کر شاہ کو اپنی امید ٹوٹی  
ہوئی محسوس ہوئی۔ لیکن وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔

"جہاں اتنے سال تمہارا انتظار کیا ہے مسز حمزہ شاہ ! وہاں تھوڑا اور سہی۔ لیکن اس بار میں  
تمہیں کہیں جانے نہ دوں گا۔" شاہ خیالوں میں اس سے مخاطب تھا۔ اور مسکرا کر آنکھیں موند  
لیں۔





شاہ کے جانے کے بعد حممنہ ہادی کو لے کر روم میں آ گئی۔ لیکن اس نے ہادی سے اس سارے معاملے کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ بچا ہوا سامان پیک کرنے لگی کیونکہ کل انہیں واپس وہیں جانا تھا جہاں سے کچھ سال پہلے وہ اپنی اور ہادی کی جان بچانے کے لیے بھاگی تھی۔ یہ سب اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا لیکن اپنے بیٹے کے لیے اسے یہ کرنا گھونٹ پینا تھا۔

"اما آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" ہادی نے جب اسے اپنی خاموش دیکھا تو ہونچھے بنا رہ نہ سکا۔ حممنہ نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا کتنا ڈر گئی تھی آج وہ۔

"نہیں میری جان اما اپنے شہزادے سے کیسے ناراض ہے سکتی ہیں۔" حممنہ نے پیار سے اسے پاس بٹھا کر اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ بابا کو دانت (ڈانٹ) کیوں رہی تھیں؟" ہادی کی سمجھ میں اب تک اس کے غصے کی وجہ نہیں آئی تھی۔

"اس لیے کہ آپ لوگ مجھے بتائے بغیر چلے گئے تھے نا۔" حممنہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ اس لیے ناراض تھیں کہ ہم لود (لوگ) آپ کو آسکریم کھلانے نہیں لے کر دے (گئے)۔" ہادی کی جتنا سمجھ میں آیا اس نے اپنی سمجھ کے مطابق یہی وجہ نکالی تھی حمنہ کے غصے کی۔ حمنہ ہادی کی معصومیت پر بس مسکرا کر رہ گئی۔

"سوری ماما پکا پرامس آئندہ آپ کو ساتھ لے کر جاؤں دا (گا)۔" ہادی نے اس کی ناراضگی ختم کرنے کے لیے فوراً کہا تھا۔

"اچھا تو آج کیوں نہیں لے کر گئے؟" حمنہ اب ناراضگی بھول کر ہوری طرح سے صرف ہادی کی طرف نتوجہ ہو گئی تھی وہ اس کے ذہن سے آج ہوئی باتیں نکالنا چاہتی تھی۔

"آج تو بابا نے مجھے تربیت (ٹریٹ) دی تھی نام "ہادی یاد آنے پر فوراً بولا تھا۔

"اچھا کس بات کی ٹریٹ؟" حمنہ نے آئبرو اچکا کر پوچھا تھا۔

"وہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا نا۔" ہادی نے منہ بناتے ہوئے گویا اپنی مجبوری بتائی۔

"کیوں بھئی ایسی کون سی بات ہے جو مجھے نہیں بتائی جا سکتی۔" حمنہ اس کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھی۔

"بس ہے ناما اچھے بچے ہر بات نہیں پوچھتے۔" وہ اس کو بڑوں کی طرح سمجھاتا باہر بھاگا تھا اور حمنہ کا قہقہہ بے ساختہ نکلا تھا اس کی چالاک دیکھ کر۔



اظہار صاحب بوجھل قدموں سے واپس اندر کی طرف آئے۔ اور صوفے پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔  
ہانی کو ان کا چہرہ دیکھ کر تشویش ہوئی تھی وہ فوراً اُٹھ کر ان کے پاس آئی تھی۔ زین بھی  
ان کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا تھا وہ چاہ کر بھی واپس نہ جاسکا تھا۔

"کیا ہوا بابا کون تھا باہر۔ اور آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟" ہانی سے ان کی پریشانی برداشت  
نہیں ہو رہی تھی۔ اور باہر ہوتے شور سے بھی وہ خائف تھی۔ اظہار صاحب نے اس کے  
چہرے کی طرف دیکھا اور دکھی لہجے میں بولے۔

"دعا کرنا بیٹا تمہارے بابا تمہاری حفاظت کر سکیں۔" اتنا کہتے ہی وہ رُکے نہیں تھے اور باہر کی  
جانب چل دیے جاتے جاتے انہوں نے زین کے بھی ساتھ آنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ ہانی بس  
ان کو جاتا دیکھتی رہی۔

اظہار صاحب زین کے ساتھ سرینچ کے گھر پہنچے تھے۔ علاقے کے معززین پہلے سے پنچایت  
لگائے بیٹھے انہی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان سب کے چہرے دیکھ کر اظہار صاحب کو کچھ  
غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔ جیسے وہ ان کے آنے سے پہلے ہی کوئی فیصلہ کر کے بیٹھے تھے۔

"آؤ اظہار سب تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے - تم جانتے ہیں ہو آج پنچایت لگنے کی وجہ -" سر پنچ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بات کا آغاز کیا -

"جی جانتا ہوں -" وہ بس جواب میں اتنا ہی کہہ سکے تھے -

"پھر تو تمہیں یہ بھی پتہ ہونا چاہئے جو فیصلہ پنچایت کرے گی وہ تمہیں ہر حال میں ماننا ہو گا -" وہ ان کی طرف دیکھ کر تصدیق کرنا چاہتے تھے -

"جی -" یہ ایک لفظی جواب دیتے ہوئے وہ اندر تک کانہ گئے تھے کہ نا جانے اب کیا فیصلہ ہو گا -

"تو سُنو تمہاری بیٹی رات بھر غائب رہی ہے اور کوئی بھی شریف انسان اب اس کو قبول نہیں کرے گا -" سر پنچ نے بات شروع کی لیکن اظہار صاحب کو لگا جیسے یہ بات کر کے اس نے ان کے دل میں خنجر پیوست کیا ہو -

"آپ میری بہیٹی پر الزام لگا رہے ہیں -" وہ کمزور سا احتجاج کرتے ہوئے بولے جانتے تھے کوئی ان کی بات نہیں سُنے گا -

"دیکھو اظہار کوئی الزام نہیں لگا رہے ہم لوگ تو دیکھا ہی کہہ رہے ہیں - تمہاری بیٹی نے تمہیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا ہے - اس لیے ہم سب نے فیصلہ کیا ہے کہ



تمہاری بیٹی کا نکاح میں اپنے بیٹے سے کرنے کے لیے تیار ہوں - عزت سب کی سانشجی ہے اس لیے تمہیں مزید رسوائی سے بچانے کے لیے یہ فیصلہ سب کا مشترکہ ہے۔ " وہ گویا اظہار صاحب کر سر پر دھماکہ کر رہے تھے وہ ششدر سا ان کا منہ دیکھنے لگے۔ جب کچھ دیر بعد بولنے کے قابل ہوئے۔

" ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ تمہارے اس آوارہ بیٹے کو میں اپنی بیٹی ہرگز نہیں دوں گا سمجھے تم۔ " وہ غصے سے پھٹ پڑے تھے۔

" تو کون کرے گا تمہاری لڑکی سے شادی بولو؟ " سر پیچ کو بھری محفل میں اپنے بیٹے کے لیے کیے گئے الفاظ پسند تو نہ آئے تھے لیکن اس وقت عہ بنی بنائی بات بگاڑنا نہیں چاہتے تھے اسی لیے غصہ ضبط کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولے۔ " کوئی نہ کرے لیکن میں اس رشتے کے لیے بالکل نہیں مانوں گا۔ " وہ چلائے تھے۔

" دیکھو ایک بار ٹھنڈے دماغ سے سوچو اب کون بیاہے گا اس کو یہ لڑکا جس کے ساتھ وہ بھاگ گئی تھی؟ نہیں کبھی بھی نہیں اگر اس نے اپنا ہوتا تو کبھی اس کو چھوڑ کر نا جاتا۔ " وہ ان کو ہر طرح سے ٹاپیر کر رہے تھے۔

" ایک اور بات غور سے سن لو اگر تمہیں یہ رشتہ منظور نہیں ہے تو اس لڑکی کو ابھی اسی وقت اس علاقے سے نکالو ورنہ اس کے لیے اچھا نہیں ہو گا پھر ہم میں سے کسی سے شکوہ مت

کرنا" انہوں نے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی۔ مزید احتجاج کرنے کی اظہار صاحب میں ہمت نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے ایک فیصلہ کر کے وہاں سے اٹھے تھے۔ زین اس سارے معاملے کے دوران ایک لفظ نہیں بولا تھا وہ بس جلد از جلد اپنی جان چھڑا کر وہاں سے نکلنا چاہتا تھا لیکن اس مجبور باپ کے دیکھ کر اس میں ہمت نہیں ہو رہی تھی واپس جانے کی۔



گھر پہنچتے ہی اظہار صاحب نے سب کو اندر جانے کا کہا اور زین سے مخاطب ہوئے۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں زین سے بولے۔

"جی کہیں میں سن رہا ہوں۔" زین بس اتنا ہی کہہ سکا۔

اظہار صاحب کو سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کیسے شروع کریں۔ آخر ایک بیٹی کا باپ خود سے کیسے کہہ سکتا تھا لیکن اس وقت وہ مجبور تھے اپنی بیٹی کو ان درندوں سے بچانے کے لیے اوپر سے ان کے پاس وقت کم تھا کیونکہ پنچایت نے انہیں صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ بلاآخر انہوں نے ساری ہمت مجتمع کر کے وہ بات کہہ ڈالی تھی جو خود ان کو انہی کی نظروں میں بے وقعت کر گئی تھی۔

"کیا! ! ! " ان کی بات سن کر زین کا تو سر گھوم گیا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے انکل - مجھے معاف کیجیئے گا لیکن میں یہ شادی نہیں کر سکتا - میں آریڈی کمیڈ ہوں -" زین نے صاف انکار کیا تھا -

"دیکھو بیٹا میری بچی کو ان ظالموں سے بچا لو اگر اس وقت میرا بیٹا میرے پاس ہوتا تو یہ نوبت ہی نہ آتی - وہ بہت معصوم ہے میں اسے ان بھیڑیوں کے حوالے نہیں کر سکتا یہ ایک بوڑھے باپ کی التجاع ہے تم سے -" اظہار صاحب نے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہو منت کی تھی - ایک باپ اگر اس حد تک آسکتا ہے اپنی اولاد کو بچانے کے لیے تو وہ کتنا مجبور ہو چکا ہے اس بات کا اندازہ زین لگا سکتا تھا -

"پلیز آپ ایسا کر کے مجھے شرمندہ مت کریں -" زین نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ پکڑے تھے -

"تو تم کرو گے ہانی سے شادی؟" ایک امید بھری چمک ان کی آنکھوں میں ابھری تھی - اور زین تو حیران رہ گیا تھا - نہ جانے ان کی آنکھوں میں ایسا کیا تھا کہ وہ ان کی امید نہیں توڑ سکا اور خاموشی سے گردن ہاں میں ہلا دی -



ہانی کمرے میں بیٹھی بے چینی سے اپنے بابا کو انتظار کر رہی تھی - جب اظہار صاحب اندر داخل ہوئے - ان کے چہرے پر کچھ تو ایسا تھا جو ہانی اندر تک لرز گئی تھی - کسی انہونی کا

احساس اسے ہونے لگا تھا۔ اظہار صاحب خاموشی سے چلتے ہوئے اس کے قریب آ کر بیٹھ گئے تھے۔

"بابا ! " ہانی نی ڈرتے ہوئے انہیں پکارا تھا۔

"آہاں ! " اس کی آواز پر وہ چونکتے ہوئے کسی گہرے خیال سے نکلے تھے۔ وہ الفاظ دھونڈ رہے تھے اسے سمجھانے کے لیے

"کیا بات ہے آپ اتنے پریشان کیوں ہیں ؟" وہ ان کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے بولی۔

"ہانی اگر میں تمہارے کبھی کوئی فیصلہ کروں تو کیا تم مانو گی میری بات ؟" وہ اسے پر یقین نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہیں آپ۔ بھلا میں کبھی آپ کے فیصلے سے انکار کر سکتی ہوں۔ جانتی ہوں آپ جو بھی فیصلہ کریں گے اچھا ہی اور سوچ سمجھ کے کریں گے۔" ہانی نے انہیں رسکی دیتے ہوئے کہا۔

انہوں نے تشکر سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ ہر وقت شرارتیں کرنے والی ہانی کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی۔ ایک رات میں کتنا کچھ بدل گیا تھا ان کی وہ چلبلی سے گڑیا کہیں کھو



گئی تھی - یہ تو کوئی بہت سمجھ دار لڑکی ان کے سامنے بیٹھی تھی - جو ان کا ہو فیصلہ قبول کرنے کو تیار تھی -

"میں نے تمہارا نکاح کرنے کا فیصلہ کیا ہے ابھی اسی وقت - تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟" وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے بولے - خود کو قصور وار سمجھ رہے تھے کہ عہ اس کی حفاظت نہ کر سکے - ہانی بے یقینی سے ان کی جانب دیکھے گئی - اتنا بڑا فیصلہ وہ ایسے کیسے کر سکتے تھے -

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے -" ہانی نے اپنا فیصلہ سنایا وہ ان کا مان نہیں توڑنا چاہتی تھی - اس لیے اپنی رضامندی دے دی - لیکن اسے ان دے شکوہ تھا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیس اور یہ شکوہ وہ ان سے کر بھی نہ سکی -



تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ کسی کی بیوی بن چکی تھی - گلابی رنگ کے ہلکے سے کام والے سوٹ میں بنا میک اپ کے اس کا افسردہ سا چہرہ بھی بہت پر کشش لگ رہا تھا - اس بات سے انجان کہ اس کا نکاح کس سے ہوا - نہ اس نے کدی سے اس بارے میں پوچھا اور نہ ہی اس شخص کی بارے میں جاننے کی اس کی کوئی چاہ رہی تھی - وہ تو بس شاک سی بیٹھی اپنی قسمت پر حیران تھی جس نے کیا سے کیا کر دیا تھا - اظہار صاحب کے بہت سے ارمان تھے اس کی

شادی کو لے کر لیکن وہ ادھورت ہی رہ گئے تھے۔ انہیں اس بار کی تسلی تھی کہ کم از کم وہ اسے اپنی دعاؤں کے ساتھ تو رخصت کر رہے ہیں۔ وہ تو اپنی رخصتی ہر ایک آنسو تک نہ بہا سکی۔ ساری خاہشیں دم توڑ گئی تھیں۔ آنسو خشک ہو گئے تھے۔ زینب بیگم کتنی دیر اس کو گلے سے لگائے روتی رہیں۔ رانیہ کتنا سسکی۔ اظہار صاحب کے خاموشی سے گرتے آنسو اسے کسی بات کا ہوش نہیں رہا تھا کب اسے رخصت کر کے گاڑی میں بٹھایا گیا اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔ ہوش تب آیا جب جانی پہچانی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"تممم ! " وہ بے یقینی سے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھ کر چلائی تھی۔

گاڑی میں بیٹھ کر وہ بس خاموشی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ جب زین کی آواز پر چونکی۔

"کس کو گھور رہی ہو؟"

اس کو کافی دیر یونہی باہر دیکھتے رہنے پر زین نے زچ ہو کر کہا تھا۔

"تم ! یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس کے پکارنے ہر ہانی نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ جس شخص سے اس کا نکاح ہوا ہے وہ زین تھا۔

"میں نے یہاں کیا کرنا ہے۔ بھی میری گاڑی ہے تو میں تو یہی ہوں گا نا۔"

زین نے کندھے اچکا کر کہا۔

اس کی بات ہر ہانی نے نا سمجھی سے زین کو دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ مجازی خدا ہوں اب تمہارا۔ کیا تم کسی اور کو ایکسپیکٹ کر رہی تھی

۔"

زین نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں موجود طنز کو محسوس کر کے ہانی اپنے آنسو نہ روک سکی۔

"کتنا غلط سوچ رہا تھا وہ شخص اس کے بارے میں۔ ایک بار وہ اس سے پوچھ کر تو دیکھتا اس کی غلط فہمی دور ہو جاتی۔"

ہانی بس سوچ کر ہی رہ گئی اور اب وہ بس سوچ ہی سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے بس میں کچھ تھا بھی تو نہیں۔

"پلیز یہ رونا دھونا بند کرو مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔"

وہ اس کی طرف دیکھے بغیر سخت لہجے میں بولا۔

ہانی نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا۔ کتنا بے رحم تھا۔ آج اس سے سب کچھ چھن گیا تھا۔  
- بجائے وہ اس کو تسلی دیتا الٹا باتیں سنا رہا تھا۔

وہ اس کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ سب کرنا اس کی مجبوری تھی۔ اس کو ڈر تھا اگر وہ اس کی آنکھوں میں ایک بار اور جھانکا تو شاید اس کے سحر سے کبھی نکل نہ پائے۔

اسے بی جان سے کیا وعدہ بھی نبھانا تھا۔ اس لیے وہ اب کسی اور کو اپنی زندگی میں جگہ نہیں دینا چاہتا تھا۔



نین نے گاڑی گھر کے سامنے روکی۔ وہ بے چینی سے نیچے اتر۔ وہ بہت خوش تھا۔

اسکی بہن بغیر کسی نقصان کے محفوظ تھی۔ اپنی سائیڈ سے اتر کر وہ سمیرا کی طرف آیا اور اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

"آؤ اندر چلو۔ میرے گھر والے بہت اچھے ہیں وہ تمہیں قبول کر لیں گے۔ اور ہانی تو ویسے ہی تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہو گی۔"



دروازہ کھولنے پر سمیرا نے اسے سہمی ہوئی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اس کی پریشانی کی وجہ بھانپ کر نین نے اسے تسلی دی تھی۔

اس کو لے کر وہ گیٹ کی طرف بڑھا۔ لیکن وہ پہلے سے ہی کھلا تھا اس لیے وہ سمیرا کو لیے سیدھا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"ہانی ! رانیہ ! کہاں ہو دونوں - دیکھو تو کون آیا ہے میرے ساتھ۔"

وہ اندر داخل ہوتا ہوا اونچی آواز میں دونوں کو پکار رہا تھا۔

"بھائی ! آپ آگئے۔"

رانیہ اس کی آواز سن کر روتی ہوئی باہر آئی اور اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

اس نے نین کے ساتھ کھڑی سمیرا کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ جبکہ اس کے پیچھے آتے اظہار صاحب اور زینب بیگم اس کو دیکھ کر ٹھٹکے تھے۔

"ارے کیا ہو گیا ہے پاگل۔ ایسے کیوں رو رہی ہو۔ دیکھو میری جان اب آپ کا بھائی آگیا

ہے نا۔ اور وہ دوسری چڑیل کہاں ہے۔"

نین کو اچانک خیال آیا کہ ہانی اب تک اس سے ملنے نہیں آئی تھی۔

"بھائی آپ نے آنے میں بہت دیر کر دی ہے۔ بھائی ہانی اب یہاں نہیں ہے۔"

رانیہ نے سسکتے ہوئے اسے بتایا۔ اس کی بات سن کر نین کے لیے اپنی جگہ سے ہلنا مشکل ہو گیا تھا۔

اس نے نگاہ اٹھا کر اپنے ماں باپ کی طرف دیکھا جیسے ان سے تصدیق چاہتا ہو کہ جو اس نے سنا وہ ٹھیک ہے۔

"نین چلو اندر جا کر بات کرتے ہیں۔"

اظہار صاحب نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن بابا ! آپ ایسے کیسے ہانی کو جانے دے سکتے ہیں۔"

نین نے بے یقینی سے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔

"نین میں نے کہا نا اندر چل کے بات کرتے ہیں۔ یہاں مزید تماشہ مت لگاؤ۔"

اب کی بار اظہار صاحب کا لہجہ کچھ سخت تھا۔ اس لیے نین آگے سے کچھ بول ہی نہ پایا اور

ان کے پیچھے چلتے ہوئے رانیہ کو سمیرا کو ساتھ لانے کا اشارہ کرتا اندر بڑھ گیا۔



شاہ آج پھر صبح صبح تیار ہو کر اس کے گھر آ پہنچا تھا۔ آج وہ کئی سالوں بعد اس کے ساتھ پھر

سے وہیں جا رہی تھی۔ جہاں پہلی بار وہ اسے ملی تھی۔

فرق صرف اتنا تھا تب وہ صرف اس کو اپنے ساتھ لے کر گیا تھا لیکن آج وہ اس کے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی لے جا رہا تھا۔

"ہو گئی پکنگ؟"

وہ پچھلے دو گھنٹوں سے اسے پکنگ کرتے دیکھ کر جھنجھلایا تھا۔

"بس بیٹا تھوڑی سی رہ گئی ہے۔"

جواب اس کی بجائے رشیدہ خالہ کی طرف سے آیا تھا۔ کیونکہ وہ تو اس کی بات سن کے بھی ان سنی کر رہی تھی جیسے وہ کسی اور سے مخاطب ہو۔

شاہ کو غصہ تو بہت آیا اس کے یوں اس طرح سے اگنور کرنے پر لیکن وہ ضبط کر کے رہ گیا۔  
"ایک بار چلو تو سارے حساب برابر کرنے ہیں تم سے مسز شاہ ! پھر میں دیکھوں گا کہ تم کیسے مجھے اگنور کرتی ہو۔"

وہ اس کے قریب ہو کر ہلکی سی سرگوشی کرتا ہوا بولا۔ حمزہ تو اس کی بات پر حیران رہ گئی تھی۔

وہ جو سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو گا اس سے معافی مانگے گا تو یہ صرف اس کی خام خیالی ہی تھی۔

جبکہ یہ بات کہہ کر شاہ رکا نہیں تھا۔ باہر نکلتا چلا گیا اور حمزہ بس غم اور غصے سے اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔



گاڑی حویلی کے سامنے روک کر وہ نیچے اترا۔ لیکن سامنے لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر ٹھٹکا۔ آخر اتنے سارے لوگ اس وقت حویلی کے باہر کیا کر رہے تھے۔

یہ سوچتے ہوئے اس نے ہانی کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ چپ چاپ اس کی پیروی میں چلتی اندر داخل ہوئی۔ اندر کا منظر دیکھ کر زین کے قدم تھم گئے۔

ہانی حیران پریشان سی سب کو دیکھنے لگی۔ لیکن جب نظر سامنے پڑی میت پر گئی تو اس کی سانس جیسے رک گئی۔

"تو کیا سجاول مر گیا؟ اب ! اب کیا ہو گا اس کے ساتھ۔ وہ لوگ کیا سلوک کریں گے اس سے"

وہ ابھی انہی سب سوچوں میں گم تھی کہ نظر سامنے آتی لڑکی پر پڑی۔ پہلی نظر میں ہی وہ لڑکی اسے اچھی نہیں لگی تھی۔



حیران تو وہ تب ہوئی جب وہ لڑکی سیدھا زین کے گلے آگئی۔

"زین ! دیکھو نا بی جان کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ کیوں نہیں اٹھ رہیں۔ ام سے کہو نا مجھ سے بات کریں۔ ایک بار اٹھ جائیں۔"

وہ لڑکی زین کے سینے سے لگی روتے ہوئے اس سے کہہ رہی تھی۔ ہانی کو یہ منظر ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔ اس کو اس لڑکی سے جلن سی محسوس ہوئی۔

اس کا دل چاہا جا کر ایک جھٹکے سے اس لڑکی کو زین سے دور کر دے۔ لیکن لگے ہی لمحے وہ خود کو ڈپٹنے لگی۔ دیر ہی کتنی ہوئی تھی ان کے رشتے کو قائم ہوئے۔۔۔۔

اور یہ رشتہ تھا بھی تو ان چاہا تو پھر کیوں صرف کچھ لمحوں میں اسے اس سب سے فرق پڑنے لگا تھا۔

شاید نکاح کا رشتہ ہوتا ہی ایسا پاک ہے جو دو انجان لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے۔ ایک کی تکلیف دوسرا بھی محسوس کرتا ہے۔

جبکہ دوسری جانب نرمین کے منہ سے بی جان کا نام سن کے زین اپنی جگہ ساکت ہو گیا اسے لگا اب وہ کبھی اپنی جگہ سے ہل ہی نہیں پائے گا۔ اس کے قدم لرکھڑائے تھے۔

اس کو نرمین کا یوں قریب آنا اچھا نہیں لگا تھا۔

لیکن اس کے منہ سے اگلی بات سن کے وہ سب کچھ بھول ہی گیا۔ اسے بس یاد تھا تو یہ کہ آج اس کا آخری مان بھی ٹوٹ گیا۔ اسے لگا آج وہ سچ میں یتیم ہو گیا ہے۔

وہ گنگ سا کھڑا بس سامنے پڑے وجود کو دیکھتا رہا۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر آخری بار ان کا چہرہ دیکھ سکے۔

زین ضبط سے کھڑا سرخ آنکھوں سے سامنے پڑے اس وجود کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے یقین کرنا چاہتا ہو کہ یہ سب صرف ایک بُرا خواب ہے۔

"زین کچھ تو بولو بیٹا ! ایسے چپ مت رہو۔"

زین ابھی بھی اسی پوزیشن میں کھڑا تھا جب سکینہ بیگم آہستہ سے چلتے ہوئے اس کے قریب آئیں اور اسے تسلی دیتے ہوئے بولیں ----

جب کہ چہرے پر چاہ کر بھی دکھ کے کوئی آثار نہ تھے۔ جو زین نہ دیکھ سکا کیونکہ اس وقت اس کی حاکت ایسی نہیں تھی کہ وہ ان سب باتوں پر غور کرتا۔

زین ابھی تک زین کے گلے لگی کھڑی تھی۔۔

"بس کر دو زین ! پلیز ان کی اتنی ہی زندگی تھی۔ انہیں ہمیں چھوڑ کر جانا تھا۔ سو وہ چلی گئیں۔"

زین نے آہستہ سے اسے خود سے جدا کرتے ہوئے اس کے سر کو سہلاتے ہوئے اسے حوصلہ دیا۔ حالانکہ یہ بات بولتے ہوئے اس نے خود کو کتنے جبر سے روکا ہوا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔

زین نے آنسو صاف کرتے ہوئے سر کو ہاں میں ہلایا اور اسے تسلی دی کہ وہ اب بہتر ہے۔

جبکہ ان سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہانی کو یہ منظر خاصا ناگوار گزرا تھا۔ حالات ایسے نہ تھے کہ وہ ایسا سب سوچتی لیکن نہ جانے کیوں اسے اس لڑکی سے جلن سی محسوس ہوئی۔



نہیں حیرت سے کھڑا اظہار صاحب کی بات سن رہا تھا۔ لیکن جیسے جیسے وہ سنتا جا رہا ہے۔ اس کی رگیں تن گئی تھیں۔ آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔

"بابا ایک بار صرف ایک بار آپ نے مجھ سے تو بات کی ہوتی۔ میرا انتظار کیا ہوتا۔"

نہیں ضبط کی انتہا پر لا چاگی سے بولا تھا۔۔۔

اپنی جان سے پیاری بہن کو یوں کسی کے بھی حوالے کر دینا بنا اس شخص کے بارے میں جانے اسے شدید تکلیف دے رہا تھا۔

"میں نے تم سے رابطے کی بہت کوشش کی تھی لیکن شاید قسمت بھی یہی سب چاہتی تھی

"۔



اظہار صاحب نم آنکھوں کے ساتھ ہارے ہوئے لہجے میں گویا ہوئے ۔

خود کو اس وقت بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہے تھے ۔ چاہ کر بھی اپنی بیٹی کو اپنے پاس نہ رکھ سکے تھے ۔

اس سب کے دوران کسی کا دھیان سمیرا کی طرف نہیں گیا تھا جو ایک کونے میں خاموشی سے سر جھکائے مجرموں کی طرح بیٹھی تھی ۔

اچانک زینب بیگم کی نظر کب سے خاموش بیٹھی سمیرا پر گئی ۔ تو انہیں یاد آیا کہ ابھی تک انہوں نے اس کے متعلق تو پوچھا ہی نہیں ۔

"نین یہ لڑکی کون سے ؟"

زینب بیگم نے نین کو مخاطب کیا۔ جبکہ نین کو کافی شرمندگی ہوئی کہ اپنی باتوں میں وہ اسے تو بالکل بھول ہی گیا تھا جبکہ سمیرا خوفزدہ ہوئی تھی کہ سچ جان کر وہ لوگ نہ جانے کیا سلوک کرتے اس کے ساتھ ۔

"امی ! بابا ! وہ یہ-----"

نین کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کہے ان سے اسی لیے تمہید باندھ رہا تھا۔ لیکن جب اسے کچھ سمجھ نہ آئی تو جلدی سے بولا۔

"بی یہ سمیرا ہے ہانی کی دوست۔"

جبکہ اس کی بات پر زینب بیگم اور اظہار صاحب نے حیرانی سے اسے دیکھا اور سمیرا نے ناراضگی سے۔

"کیا تعارف کروا رہا تھا وہ اس کا۔"

سمیرا بس خفگی سے سوچتی رہ گئی۔ جبکہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر نین مزید بولا۔

"یہ بیوی ہے میری نکاح کر لیا ہے میری نے اس سے۔"

اور سب کے چہروں کا جائزہ لینے لگا جیسے سب کا ردِ عمل جاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ جبکہ وہ سب حیرت میں ڈوبے اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے انہوں نے کچھ غلط سنا ہو۔

ان سب کے چہروں کے تاثرات دیکھ کر نین نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور ایک ایک کر کے ساری بات ان سب کو بتا دی۔ جسے سن کر زینب بیگم کو سمیرا سے بہت ہمدردی محسوس ہوئی وہ انہیں بالکل اپنی ہانی جیسی لگی۔

"آج سے اس گھر کو اپنا گھر سمجھو۔ اور ہمیں اپنا ماں باپ۔ اگر کبھی بھی کوئی بھی پریشانی ہو تو بلا جھجک مجھ سے کہنا۔ مجھے تم بالکل ہانی اور رانیہ کی طرح عزیز ہو۔"

بہت ہی محبت اور شفقت سے وہ اس کے قریب بیٹھ کر اس کے ہاتھ تھامے اسے سمجھا رہی تھیں۔ جبکہ سمیرا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"کتنی شفقت تھی ان کے انداز میں - کتنی آسانی سے انہوں نے اس رشتے کو قبول کر لیا تھا  
"

یہ سوچ آتے ہی سمیرا ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی آخر کب سے اپنے آنسوؤں  
پر ضبط کیے جو بیٹھی تھی - محبت کا سائبان ملتے ہی اپنے اندر کا غبار نکالنے لگی -  
جبکہ زینب بیگم پیار سے اس کی پشت سہلانے لگیں -

"یہ چیئنگ ہے بھابی کے آتے ہی آپ مجھے بھول گئیں ہیں - سارا پیارا انہی پر لوٹا دیں گی تو  
میرے لیے کیا بچے گا۔"

ماحول کو مزید افسردہ ہوتے دیکھ کر رانیہ نے فوراً کہا تھا تاکہ ماحول پر چھائی افسردگی کم ہو سکے -  
اس کی بات سن کر سب ہولے سے مسکرا دیے - جانتے تھے وہ یہ سب کیوں کہہ رہی تھی -

نین نے ایک گہرا سانس خارج کیا - اس کے گھر والوں نے سمیرا کو اپنا لیا تھا - اس کی آدھی  
پریشانی ختم ہوئی تھی - اب بس اسے صرف ہانی کو ڈھونڈنا تھا -





تدفین کا وقت قریب تھا جب زین کو حنین کا خیال آیا۔ اس نے سکینہ بیگم کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔

"چچی جان آپ نے حنین کو بتایا؟"

سکینہ بیگم کو قریب آتے دیکھ کر اس نے سوال کیا۔ کیونکہ حنین بی جان سے بہت اُچھ تھا۔

"ہاں میں نے بتا دیا تھا۔ وہ کل کی پہلی فلائٹ سے واپس آ رہا ہے۔ آج اسے فلائٹ نہیں ملی۔"

سکینہ بیگم نے اسے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ زین خاموشی سے بوجھل قدموں سے واپس پلٹا۔ اسے اس وقت سہارے کی ضرورت تھی جس سے مل کر وہ اپنا غم بانٹ سکتا۔ لیکن فی الحال اس کے پاس ایسا کوئی سہارا موجود نہ تھا۔

شام کو تدفین کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے۔ ہاجرہ بی بی (نوکرائی) سے کہہ کر زین نے ہانی کو اپنے کمرے میں بھجوا دیا تھا۔-----

شام کو قبرستان سے واپس آ کر وہ سست قدموں سے چلتا ہوا کمرے میں آیا۔ ہانی کھڑکی کے پاس کھڑی شام کو دھلتا دیکھ رہی تھی ۔۔

زین سرخ آنکھوں کے ساتھ بیڈ کے ساتھ نیچے کاریٹ پر ہی بیٹھ گیا تھا۔ وہ رونا چاہتا تھا۔ چیخنا چلانا چاہتا تھا۔ اپنا درد بانٹنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے پاس کوئی نہ تھا جس کو وہ اپنا حال بتاتا۔۔۔۔

جس کو وہ بتاتا کہ اس پر کیا بیت رہی ہے۔۔۔ وہ بس خاموشی سے فرش کو گھورے جا رہا تھا۔ ہانی پلٹی تو اسے نیچے بیٹھا دیکھ کر ٹھٹکی۔

"وہ کب آیا تھا اسے کچھ خبر ہی نہ ہوئی تھی۔ ہاجرہ کی زبانی وہ زین کے متعلق سب کچھ جان چکی تھی۔ اسے دلی ہمدردی ہوئی زین سے۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ اس کے قریب آ کر رک گئی۔"

سرخ آنکھیں ، بکھرے بال ، چہرے پر موجود تکلیف اور غم کے آثار اس کی حالت کا پتہ دے رہے تھے ---

وہ الفاظ ڈھونڈنے لگی جن سے وہ اسے تسلی دے سکتی۔ کچھ دیر یونہی مزید خاموشی کی نظر ہو گئی۔ اس نے آہستہ سے زین کے ہاتھ پر اپنا نازک ہاتھ رکھا۔۔۔۔

زین نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں موجود تکلیف کو دیکھ کر اسے واقعی دکھ ہوا تھا۔

"دیکھیں ہر شخص کا ایک وقت ہوتا ہے اس دنیا سے جانے کا۔ ہم کسی جانے والے کو روک نہیں سکتے۔ جو اس دنیا میں آیا ہے اسے واپس بھی جانا ہوتا ہے۔ یہی قدرت کا نظام ہے۔ میں

آپ کے نقصان کا اندازہ نہیں لگا سکتی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ اگر آپ ہمت ہار گئے تو آپ کے گھر والوں کو کون سنبھالے گا۔"

بہت نرمی سے وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ جو کب سے ضبط کیے بیٹھا تھا۔ ہمدردی کے دو بول سن کے اس کا ضبط ٹوٹا تھا۔ کب سے اسے ایک سہارا چاہئے تھا جس کے آگے وہ اپنا دکھ بیان کر سکتا اب اسے ایسا لگا تھا کہ وہ سہارا اس کے سامنے ہے۔۔۔۔

بے اختیار وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ ہانی کو زین سے اس حرکت کی امید نہیں تھی۔ تبھی شاک کی کیفیت میں آنکھیں پھاڑے اپنے گلے لگے روتے ہوئے زین کو دیکھے گئی۔۔۔۔

جبکہ زین تو اس وقت اپنے ہوش میں ہی نہیں تھا اسے تو بس اپنا دل ہلکا کرنے کو سہارا مل گیا تھا سو وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے لگا۔۔۔۔

"نہیں نہیں ہوتا مجھ سے صبر میں کیا کروں۔ ان کے علاوہ میرا تھا ہی کون؟ کیوں وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔ ایک بار بھی انہیں میرا خیال نہیں آیا میں کیا کروں گا ان کے بغیر۔ وہ



بھی سب کی طرح خود غرض نکلیں۔ ماما بابا کی طرح وہ بھی مجھے تنہا چھوڑ گئی ہیں۔ اب میں کس کے پاس جا کر اپنی پریشانی بتاؤں گا۔ کون میرا انتظار کرے گا؟"

زین دیوانہ وار اس کے ہاتھ تھامے روتے ہوئے بول رہا تھا۔ اور وہ بس اس کی غیر ہوتی حالت کو دیکھ کر رونے لگی تھی۔۔۔۔

اس سے اس شخص کی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ جو کچھ دیر پہلے ہی اس کی زندگی میں شامل ہوا تھا۔ شاید نکاح کے پاک رشتے کا اثر تھا جو وہ اس کی تکلیف خود بھی محسوس کر رہی تھی۔۔۔

جانے ایسے ہی بیٹھے کتنا وقت گزر گیا۔ زین کے رونے کی شدت میں بھی کمی آگئی تھی۔ اب وہ آہستہ آہستہ ہچکیاں لے رہا تھا۔ اس نے ہانی کے ہاتھ اب بھی تھام رکھے تھے۔ جب دروازے پر دستک ہوئی تو وہ ہوش میں آیا اور جلدی سے اس کے ہاتھ چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھا۔۔۔۔

ہاجرہ بی بی سکینہ بیگم کا پیغام لے کر آئیں تھیں - جسے سنتے ہی وہ ان کے پیچھے سکینہ بیگم کے کمرے کی طرف چل پڑا جبکہ ہانی بس وہیں بیٹھی رہ گئی۔

ابھی وہ سب بیٹھے باتیں ہی کر رہے تھے جب باہر سے شور کی آوازیں آنے لگیں ----  
شور سن کر زینب بیگم اور رانیہ گھبرا گئیں تھیں جبکہ سمیرا سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ آخر ہو کیا رہا ہے -

اظہار صاحب اور نین ان لوگوں کو حوصلہ دیتے ہوئے باہر نکل گئے ---

گلی میں کافی بھیڑ اکھٹی ہو گئی تھی - نین غصے میں ان لوگوں کی طرف بڑھا -

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ یوں کسی کے گھر کے سامنے تماشہ لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی کیا آپ لوگوں کو۔"

نین غصے میں دھاڑا تھا۔۔

"ارے بھئی لگتا ہے ان لوگوں کو شرافت کی زبان سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک گھنٹے کا وقت دیا تھا لیکن اب تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔"

بھیڑ میں سے سر بیچ نے آگے آتے ہوئے کہا تھا۔ وہ لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانا چاہتا تھا اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہا تھا۔ جبکہ اظہار صاحب حیرت سے ان کا منہ دیکھنے لگے کہ انہوں نے کب ان سے وعدہ کیا تھا۔

"شرافت؟ تم جیسے لوگوں کو پتہ بھی ہے کہ شرافت ہوتی کیا ہے!"

نین نے غصہ ضبط کرتے ہوئے اسے دوبارہ جواب دیا تھا۔

"اظہار اپنے بیٹے کو روک لو ورنہ ایسا نہ ہو کچھ بُرا ہو جائے۔"

سر پنچ نے انہیں دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا۔ نین انہیں جواب دینے ہی والا تھا جب تیزی سے اس کی جگہ اظہار صاحب سامنے آتے ہوئے بولے۔۔۔

"جس کے لئے تم لوگ یہاں آئے ہو وہ اب یہاں نہیں ہے۔"

انہوں نے دھیمے لہجے میں ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا وہ بات کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتے تھے اسی لیے آرام سے بات کو ختم کرنا ضروری سمجھا۔

کک کیا مطلب یہاں نہیں ہے؟"

اب کی بار سر پنچ کا بیٹا سامنے آیا تھا۔ اور پریشان ہوتے ہوئے استفسار کیا



"مطلب کہ میں نے اس کی شادی کر دی ہے۔"

اظہار صاحب نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔ ان کا جواب سامنے والے کو سلگا گیا تھا۔۔۔

اس سب میں اسی کا تو ہاتھ تھا۔ اس نے اظہار صاحب کو پریشانی میں گھر سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اپنا خاص آدمی ان کے پیچھے بھیج کر ساری معلومات اکٹھی کر کے سارا منصوبہ بنایا اور ہانی کے آتے ہی لوگوں کو بھڑکا کے ان کے گھر بھیجا تھا۔۔۔۔

ورنہ یہ بات کون جانتا تھا کہ ہانی غائب ہے کیونکہ ان لوگوں نے خود سے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ اب یوں ہانی کو اپنے ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ کیا سوچا تھا اس نے اور کیا ہو گیا تھا۔

لیکن اس کے شیطانی دماغ میں اچانک سے کچھ آیا تھا اور وہ پر سکون سا آگے بڑھا۔ اب کی بار بے سکون ہونے کی باری اظہار صاحب کی تھی۔۔۔

"ٹھیک ہے تم نے اس کو تو بیاہ دیا ہے۔ لیکن ایک گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کی بہن سے کون شادی کرے گا۔ اس لیے ایک تو تم نے ہم سے وعدہ خلافی کی ہے اور دوسرا اگر تمہیں اس علاقے میں رہنا ہے تو اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی مجھ سے کرنی ہو گی"

شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اپنی بات ان سے کہہ کر لوگوں کی طرف پلٹا اور ان کی تائید چاہی اپنی بات کو منوانے کے لیے۔ اور ان سب لوگوں میں بھی جیسے خوفِ خدا ختم ہو گیا تھا۔ انہوں نے بھی اس کا ساتھ دینے کے کیے ہاں میں سر ہلانا شروع کر دیے۔

"کینے ! ذلیل انسان ! تیری ہمت کیسے ہوئی میری بہن کا نام بھی اپنی گندی زبان سے لینے کی۔"

اس کی بات سن کر نین سے برداشت نہ ہوا اور غصے میں اس نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑا تھا۔

"آہاں ! سالے صاحب یہ کر کے تم اپنی بہن کے حق میں بالکل اچھا نہیں کر رہے کیونکہ اس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑے گا۔"

اس نے مکروہ انداز میں نین سے کہا۔ جبکہ اسکی بات سن کر نین سے مزید برداشت نہ ہوا اور اس نے ایک مکہ اس کے منہ پر جڑ دیا تھا۔۔۔۔

نین کی اسحرکت کی دیر تھی کہ کئی لوگ آگے بڑھے اور نین کو دبوچ لیا جبکہ اظہار صاحب حواس باختہ سے ان لوگوں سے نین کو چھڑوانے لگے لیکن ان کے بوڑھے وجود میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ وہ نین کو ان لوگوں سے آزاد کروا پاتے۔۔۔۔

وہ لوگ بے دردی سے نین کو مار رہے تھے اور اظہار صاحب لوگوں کے آگے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ ان کا آگے ہاتھ جوڑ کر واسطے دے رہے تھے۔ لیکن وہاں موجود کسی شخص میں انسانیت باقی نہیں بچی تھی وہ لوگ بے حس بنے بوڑھے باپ کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اور وہ مجبور باپ بس رو کر لوگوں سے فریاد کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔



زین سکینہ بیگم کے کمرے کے سامنے رُکا اور ہلکے سے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ زین !"

وہ ایسے اعتماد سے بولیں جیسے انہیں یقین تھا کہ وہی ہو گا۔ وہ آہستہ سے ناب گھماتے ہوئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

اندر سکینہ بیگم اور نرمین پہلے سے موجود تھیں۔ زین نے دونوں کو ایک نظر دیکھا اور خاموشی سے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

"آپ نے بلایا تھا کوئی ضروری کام تھا کیا؟"

جب وہ کچھ دیر یونہی خاموش رہیں تو اس نے خود سے انہیں مخاطب کیا۔



وہ جو کب سے ہانی کو اس کے ساتھ دیکھ کر پریشان تھیں کہ وہ آخر اس کے ساتھ واپس کیوں آئی ہے۔ کیونکہ وہ ہانی کو رات کو یہاں سے جاتا ہوا دیکھ چکی تھیں اور پھر صبح انہوں نے اپنے خاص ملازم سے رات والے واقع کی ساری معلومات لے لیں تھیں۔ اس لیے انہیں پتہ تھا کہ انہیں کب کیا کرنا ہے۔۔۔۔

"ہاں بیٹا میں پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ جو لڑکی دن کو تمہارے ساتھ آئی تھی کون ہے کیا تمہاری کوئی دوست ہے؟"

انہوں نے زین سے اس انداز میں پوچھا کہ اسے شک نہ ہو وہ ہانی کو پہلے بھی دیکھ چکی ہیں۔

جبکہ ان کی بات پر زین سوچ میں پڑ گیا کہ وہ انہیں کیا جواب دے۔ کچھ سوچ کر اس نے سب سچ بتانے کا فیصلہ کیا۔

لیکن صرف آدھا سچ !

"چچی جان وہ میری بیوی ہے شادی کر لی ہے میں نے اس سے۔"

زین نے گویا ان کے سر پر بم پھوڑا تھا۔

"کیسیا؟"

نرمین غصے اور شاک کی کیفیت میں چلائی تھی۔ جبکہ سکینہ بیگم اب بھی ہر سکون بیٹھی تھیں۔ وہ جانتی تھیں اب انہیں کیا کرنا ہے۔۔۔۔

"زین تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو۔ ابھی بی جان کو گئے ہوئے وقت ہی کتنا ہوا ہے اور تم اپنے وعدے سے مکر رہے ہو۔ تم نے کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا ہے۔"

نرمین ہزیرانی انداز میں چلا رہی تھی۔ اس سے پہلے زین کچھ اور کہتا سکینہ بیگم نے اپنے حصے کی چال چلتے ہوئے کہا۔

"زین تم جانتے ہو بی جان کو کیا ہوا تھا؟"

جبکہ زین حیرانی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگا۔

"بشیر نے بی جان کو بتا دیا تھا کہ سجاول ہسپتال میں ہیں اور ان کے سر میں گہری چوٹ آئی ہے یہ بات اس نے مجھے بھی بی جان کے سامنے ہی بتائی اور میں اسے منع نہیں کر پائی۔"

سکینہ بیگم بہت مہارت سے جھوٹ بول رہی تھیں جبکہ زین حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی کہ اتنی بڑی بات انہوں نے اب تک اسے بتائی ہی نہیں۔۔۔

زین اپنی چچی کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کتنا حوصلہ ہے ان کا جو اتنا سب ہونے کے بعد بھی اب تک خاموش رہی تھیں۔۔

"بی جان سے یہ صدمہ برداشت نہ ہوا وہ سجاول کی ذرا سی بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکیں اور ہارٹ اٹیک کی وجہ سے چل بسیں میں نے یہ بات تمہیں پہلے اس کیے نہیں بتائی کہ تم سجاول کی وجہ سے پہلے ہی بہت پریشان تھے۔"

وہ آہستہ آہستہ اسے شیشے میں اتار رہیں تھیں۔۔۔

"اور جہاں تک رہی اس لڑکی کی بات میں نہیں جانتی ایسی کیا وجہ تھی کہ تم نے نرمین کو چھوڑ کر اس سے شادی کی۔ نہ میں تم سے پوچھوں گی۔ بس تم اپنی زندگی میں خوش رہو۔" وہ بول رہیں تھیں جبکہ زین غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ اس کی رگیں تن گئیں۔

"میں نے نرمین کو نہیں چھوڑا ہے۔ میں کل بھی اسی سے شادی کرنے والا تھا اور آج بھی یہ شادی بس ایک مجبوری ہے جو میں بہت جلد ختم کر دوں گا۔"

زین غصے سے کہتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا جبکہ اس جانے کے بعد سکینہ بیگم فتح کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اب نرمین کو سب بتا رہیں تھیں۔۔۔



نہیں کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی وہ تقریباً نیم بیہوشی کی حالت میں تھا جب سر پیچ کے بیٹے نے ان لوگوں کو روکا۔



"بس کرو اتنا کافی ہے ورنہ مر جائے گا۔ میرے خیال میں یہ سبق تمہیں یاد رہے گا اور دوبارہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے ورنہ اگلی بار تمہارا بیٹا زندہ نہیں بچے گا سمجھے۔"

وہ پہلے ان لوگوں کو روکتا ہوا اور پھر اظہار صاحب کو دھمکی دیتے ہوئے بولا۔

جبکہ اس کی یہ بات باہر آتی زینب بیگم نے سن لی تھی۔ کافی دیر تک جب اظہار صاحب اور نین واپس نہ آئے تو وہ پریشان ہو کر خود ہی انہیں دیکھنے کے لیے باہر آ رہی تھیں جب انہوں نے یہ بات سنی۔

زینب بیگم کا دل دہل کر رہ گیا۔ وہ جلدی سے باہر نکلی جب کہ باہر کا منظر دیکھ کر ان کی دل خراش چخ نکلی تھی۔۔۔۔

"نین ! میرا بچہ اٹھو کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ دیکھو تمہاری ماں میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ تمہیں ایسے خاموش دیکھے اٹھو نا میرے لال۔۔۔"

زینب بیگم نین کا سر گود میں رکھ کر دیوانہ وار چلا رہی تھیں جبکہ ان کی چیخ کی آواز سن کر رانیہ اور سمیرا بھی باہر بھاگتی آئیں۔۔۔

نین کا وجود زمین پر پڑا دیکھ کر ان دونوں کے ہی اوسان خطا ہوئے تھے۔ اس کے سر سے لگاتار خون بہہ رہا تھا اور چہرہ بھی چوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔۔۔

"زینب بیگم صبر کریں، حوصلہ رکھیں آپ کو اس حال میں دیکھ کر بچیاں بھی ہمت ہار جائیں گی۔"

اظہار صاحب نے زینب بیگم کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا حالانکہ ان کا اپنا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اپنے جوان بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر۔

"نہیں کر سکتی میں حوصلہ۔۔۔ کیسے کروں میں صبر؟ میرا بچہ اس حال میں میرے سامنے ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں حوصلہ کروں۔"

زینب بیگم اپنے ہوش میں نہیں تھیں - غصے میں اپنا ضبط کھو چکی تھیں - اظہار صاحب نے کرب سے ان کو دیکھا -

"میں بتا رہی ہوں اظہار صاحب اگر میرے بچے کو کچھ ہوا تو میں کبھی آپ کو معاف نہیں کروں گی -"

زینب بیگم غصے سے پھنکاری تھیں ---

"کچھ نہیں ہو گا ہمارے بیٹے کو -- میں نے ایسولینس کو کال کی ہے وہ لوگ تھوڑی دیر میں پہنچتے ہوں گے -"

زینب بیگم کی بات اظہار صاحب کے کلیجے کو کاٹ گئی - وہ تڑپ کر بولے تھے - جبکہ ایک طرف کھڑی رانیہ اور سمیرا ایک دوسرے کے گلے لگی تسلیاں دے رہی تھیں -

زین سکینہ بیگم کے کمرے سے نکل کر غصے میں اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب اس کا موبائل فون بجا۔۔

اس نے فون پاکٹ سے نکال کر دیکھا تو شجاع اس کو کال کر رہا تھا۔ شجاع کی کال دیکھ کر زین کو ایک دم سے یاد آیا کہ اتنا سب کچھ ہو گیا اور اتنی جلدی میں ہوا کہ زین اس 5 ت کچھ بتا بھی نہیں پایا تھا۔۔۔۔

اب اسے افسوس ہو رہا تھا کیونکہ جانتا تھا وہ بی جان کی خبر سن کر اس سے کتنا ناراض ہے گا۔ کیونکہ بی جان اسے بالکل زین اور جنین کی طرح ہی محبت کرتی تھیں۔

انہوں نے کبھی بھی زین اور شجاع میں فرق نہیں کیا تھا۔۔۔

"ہاں شجاع بولو ! کیا کہا ڈاکٹر نے ؟ چچا سائیں کو ہوش آیا ہے کہ نہیں ؟"

فون اٹھاتے ہی ایک بار میں اس نے کئی سوال پوچھ ڈالے۔۔



"وہی بتانے کے لیے فون کیا ہے۔"

شجاع نے اس کے سوالوں کے جواب میں دھیرے سے جواب دیا۔ جبکہ اس کے لہجے سے فکر مندی صاف جھلک رہی تھی۔ جسے زین بخوبی محسوس کر پا رہا تھا۔۔۔۔۔

"یار پلیز اب تو کوئی بری خبر مت سنانا۔ اب اور ہمت نہیں ہے پہلے ہی اتنا سب کچھ ہو گیا ہے۔"

زین نے پریشان ہوتے ہوئے شجاع سے کہا اب اس کا ارادہ شجاع کو آج جو سب کچھ ہو گیا تھا وہ بتانے کا تھا۔ جبکہ اس کی بات سن کر اب کی بار شجاع پریشان ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے زین؟ کیا گھر میں سب کو پتہ تو نہیں چل گیا انکل کے بارے میں؟"

شجاع نے اندازہ لگاتے ہوئے پوچھا تھا -

"یار وو وہ بی جان....."

زین کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے بتائے -

"کیا ہوا بی جان کو؟"

شجاع جلدی سے زین کی بات کاٹ کر بولا تھا -

"یار بی جان اب نہیں رہیں -"

زین نے جلدی سے کہا جبکہ شجاع حیرتوں میں گھرا بس اتنا ہی کہہ پایا -

"کیپیا !"

ہاں جب میں حویلی واپس آیا تو سب ختم ہو چکا تھا۔ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ میں کسی کو کچھ بتا ہی نہ سکا۔"

زین نے اسے تفصیل سے جواب دیا تھا۔

"اس لڑکی کا کیا بنا؟ اور حنی کو بتایا ہے کیا اس سب کے بارے میں؟"

شجاع نے دوبارہ پوچھا۔۔۔

"ہاں حنی کو بتا دیا تھا وہ کل صبح واپس آ رہا ہے۔۔"

زین نے اس کی آدھی بات کا جواب دیا جبکہ ہانی کے بارے میں وہ ٹال گیا۔۔

"تُو بتا کیوں فون کیا تھا۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

زین نے جلدی سے اس کا دھیان ہانی کی طرف سے ہٹایا اور اس کے کال کرنے کی وجہ پوچھی۔

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ابھی اگر اس کا دھیان نہ ہٹایا تو وہ ضرور دوبارہ ہانی کے بارے میں پوچھے گا۔ جبکہ اس کے یاد دلانے پر شجاع کو یاد آیا کہ اس نے کال کیا بتانے کے لیے کی تھی۔

"ہاں ایک بری خبر ہے۔"

شجاع نے دھیرے سے کہا جبکہ زین ایک سرد آہ بھر کے رہ گیا۔ ایک اور خبر اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔ اس دوران وہ جو غصے میں اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا شجاع سے بات کرتے ہوئے اس بات کو بھول ہی چکا تھا۔۔۔

"ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ انکل کوما میں چلے گئے ہیں۔ ان کے سر میں چوٹ کافی گہری ہے جس وجہ سے ان کے دماغ کا پچھلہ حصہ ڈبچ ہو گیا ہے۔ وہ کب ہوش میں آئیں گے کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن جب تک وہ ہوش میں نہیں آئیں گے انہیں ہاسپٹل میں ہی انڈر آبرویشن رکھا جائے گا۔"



شجاع نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ جبکہ اس کی بات سن کر زین کا غصہ پھر سے عود کر آیا تھا۔ اسے ہر بات کی ذمہ دار صرف اور صرف ہانی ہی لگی تھی۔ وہ غصے میں فون بند کرتا پھر سے اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔



نین آئی سی یو میں تھا۔ اس کے بازو میں فریکچر آیا تھا۔ سر پر بھی کافی چوٹیں آئیں تھیں۔ اس کیو سانس لینے میں کافی مشکل ہو رہی تھی جس وجہ سے اسے آئی سی یو میں رکھا گیا تھا۔

زینب بیگم کا رو کر برا حال تھا تو وہیں رانیہ اور سمیرا ایک سائیڈ پر چیز پر بیٹھی ایک دوسرے کو گلے سے لگائے حوصلہ دے رہیں تھیں۔ اظہار صاحب بھی بے چینی سے آئی سی یو کے باہر چکر کاٹ رہے تھے۔۔۔

دو گھنٹے ہونے کو آئے تھے لیکن ابھی تک ڈاکٹرز کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں آیا تھا۔

"زینب بیگم ! یوں رونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے آپ دعا کریں ہمارا بیٹا جلد از جلد ٹھیک ہو جائے۔"

اظہار صاحب کب دے ان کو روتا دیکھ اب ان کو تسلیاں دینے لگے تھے۔

"اظہار صاحب اگر میرے بیٹے کو کچھ ہو گیا تو میں بھی زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔"

زینب بیگم نے روتے ہوئے ان کے کاندھے پر سر رکھ کر کہا۔

"اللہ نہ کرے۔ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ کچھ نہیں ہو گا اسے۔ آپ دیکھیے گا وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

ان کی بات سن کر اظہار صاحب نے فوراً تڑپ کر کہا تھا۔

کچھ دیر خاموشی کی نظر ہو گئی۔ جب ڈاکٹر باہر نکلا۔ انہیں دیکھ کر فوراً اظہار صاحب اُٹھ کر ان کے فریب گئے۔ زینب بیگم بھی ان کو اٹھتا دیکھ کر ان کے پیچھے ہو لیں۔ جبکہ سمیرا اور رانیہ اپنی جگہ کھڑی ہو گئیں۔

"ڈاکٹر کیا ہوا۔ کیسا ہے اب میرا بیٹا۔"

اظہار صاحب نے ڈاکٹر کو دیکھتے ہی بے چینی سے پوچھا تھا۔

"پیشنت کی کنڈیشن اب بہتر ہے۔ تھوڑی دیر میں ہم انہیں روم میں شفٹ کر دیں گے تو آپ ان سے مل سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم گھر کب تک جا سکتے ہیں؟"

اب کی بار زینب بیگم نے پوچھا تھا۔

"ایک دو دن تک پیشنٹ کو انڈر آبرویشن رکھا جائے گا اس کے بعد انہیں ڈسچارج کر دیں گے  
پھر آپ انہیں گھر لے کر جاسکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے ان سب کو مشترکہ طور پر جواب دیا تھا۔۔۔

جبکہ ڈاکٹر کی بات سن کر زینب بیگم کو کچھ حوصلہ ہوا تو انہوں نے ایک فیصلہ کیا اور اب وہ  
ان سب کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا چاہتی تھیں۔ صرف نین کے روم میں شفٹ ہونے کا  
انتظار تھا۔

کچھ دیر بعد جب نین کو روم میں لایا گیا تو وہ سب اس سے ملنے کے لئے اندر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد زینب بیگم نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔



"مجھے آپ سب ضروری بات کرنی ہے۔"

ان کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ اتنا کہہ کر وہ سب کے چہروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ان کی بات سن کر سب متوجہ ہوئے تھے اور ان کے تاثرات دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ وہ جو بھی کہنے والی ہیں یقیناً سب کے لیے بڑی خبر ہو گیا

"نین جب ڈسپارج ہو جائے گا تو ہم وہ گھر چھوڑ دیں گے اور کہیں اور شفٹ ہو جائیں گے۔  
میں اب مزید وہاں نہیں رہ سکتی۔"

انہوں نے سرد لہجے میں بات مکمل کی۔ جبکہ ان کی بات سن کر اظہار صاحب کتنی دیر تک تو شک کی کیفیت میں رہے۔ لیکن جب ہوش آیا تو بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ ہم کیسے وہ گھر چھوڑ سکتے ہیں۔ اس گھر میں میری ساری زندگی گزری ہے۔ اس گھر کو چھوڑنا میرے لیے ممکن نہیں اور دوسری بات ہمارے پاس کوئی دوسرا ٹھکانا بھی نہیں ہے۔"

اظہار صاحب فکر مندی سے بولے -

"میں کچھ نہیں جانتی میرے لیے میرے بچوں کی زندگی اس گھر سے زیادہ اہم ہے - آج انہوں نے نین کو اس حال تک پہنچا دیا - خدا ناخوستہ کل کو کچھ اور کر دیا تو - میں مزید اس ڈر کے ساتھ یہاں نہیں رہ سکتی۔"

زینب بیگم کا لہجہ سرد تھا اور فیصلہ اٹل - کچھ دیر کے لیے اظہار صاحب بھی خاموش ہو گئے اور سوچنے لگے۔۔۔۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں وہ - ان لوگوں کی وجہ سے وہ زینبی کو خود سے دور کر چکے تھے - نین اس حالت تک پہنچ گیا تھا اور اب وہ لوگ رانیہ کے پیچھے پڑے تھے - وہ جگہ اب واقعی ان کے کیے محفوظ نہیں رہی تھی -

"ٹھیک ہے نین ایک بار گھر چلا جائے پھر ہم اپنا بندوبست کہیں اور کر لیں گے۔"

اظہار صاحب نے بھی کافی سوچنے کے بعد ہامی بھر لی۔ نیننے خاموشی سے ان کا فیصلہ قبول کر لیا کیونکہ وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ رانیہ کو کسی قسم کا نقصان ہو۔ ان لوگوں سے الجھنے کا نتیجہ وہ دیکھ چکا تھا۔ اس لیے وہ جگہ چھوڑنا ہی مناسب لگ رہا تھا۔



شاہ نے گاڑی اپنے بنگلے کے سامنے روکی۔ حممنے حیرت سے سامنے موجود بنگلے کو دیکھا۔ یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں وہ پہلی بار آئی تھی۔

"یہ تو آپ کا گھر نہیں ہے۔"

حمنہ نے شاہ کی طرف مڑ کر کہا۔

"اب سے یہی ہمارا گھر ہے۔ میں تمہیں اس جگہ واپس نہیں لے کر جانا چاہتا۔ کیونکہ وہاں

ماضی کی بہت سی تلخ یادیں وابستہ ہیں۔"

اس نے ماضی کو یاد کرتے ہوئے کرب سے کہا تھا۔ جبکہ حممنہ نے ایک نظر اس کو دیکھ کر منک دوسری طرف موڑ لیا۔ وہ اس وقت ماضی کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

شاہ نے گاڑی پورچ میں پارک کی اور اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ دوسری طرف سے جا کر اس نے حممنہ کی سائیڈ کا دروازہ کھول کر اسے نیچے اترنے کو کہا۔

"چلو اندر چل کر تھوڑا آرام کر لو۔ سفر کی وجہ سے تھک گئی ہو گی۔"

شاہ نے فکر مندی سے کہا۔ جبکہ حممنہ اس کی طرف دیکھے بغیر نیچے اتری اور قدم اندر کی جانب بڑھا دیے۔

اس کے اندر کی طرف بڑھتے قدم ہادی کی آواز پر رکے۔

"دس از نات (ناٹ) فیئر بابا ماما کو تو آپ نے خود دروازہ کھول کر دیا۔ مجھے کون کھول کر دے دا (گا)۔"



ہادی نے ناراضگی دکھاتے ہوئے منک دوسری طرف موڑ لیا۔ جبکہ اس کی اس حرکت پر حمزہ اور شاہ دونوں ہی اپنا قہقہہ نہ روک سکے۔ کیونکہ اس کا انداز ہی ایسا تھا۔ اور لگ بھی بہت کیوٹ کو تھا۔

"یار تمہیں تو میں خود اٹھا کر اندر لے کر جاؤں گا۔ تم تو جان ہونا بابا کی۔"

شاہ نے اسے ہیار سے گود میں اٹھاتے ہوئے کہا۔ جب ہادی مزید بولا۔

"لیکن بابا ماما کو آپ ایسے اندر نہیں لے کر دے (گئے)۔"

اس کی بات پر جہاں حمزہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہیں شاہ کو بھی شرارت سو جھی تھی۔ اس کو تو بس موقع چاہئے تھا حمزہ کو تنگ کرنے کا۔

"میں تو تمہاری ماما کو بھی ایسے ہی لے جاؤں اندر لیکن دیکھ لو کہیں وہ غصہ نہ ہو جائیں۔ تم پہلے اپنی ماما سے پوچھو انہیں تو کوئی اعتراض نہیں۔"

شاہ نے پہلے ہادی کی طرف دیکھتے ہوئے اور پھر حمنہ کو دیکھ کر آنکھ دبائی۔ جبکہ اس کی بات سن کر حمنہ سر تا پاؤں سلگ کر رہ گئی۔

"اما بانا آپ کو بھی ایسے اندر لے دائیں (جائیں)۔"

ہادی نے معصومیت سے پوچھا۔ جبکہ حمنہ پاؤں پٹختی اندر چلی گئی اور اپنے پیچھے آتے شاہ کے قہقہے کو سن کر مزید تپتی تھی۔



شجاع کا فون بند ہوتے ہی زین غصے سے اپنے کمرے میں گیا اور اپنے پیچھے دروازہ کو بہت زور سے ٹھاکہ کی آواز کے ساتھ بند کیا

ہانی جو ابھی ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔ اتنے زور سے دروازہ بند ہونے پر گھبرا کر دروازے کی پلٹی۔

جہاں زین سرخ انگارہ ہوتی آنکھیں لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ زین کر آنکھوں میں اس قدر غصہ دیکھ کے ہانی اپنی جگہ سہمی تھی۔

"تم تم ہو ذمیدار ہر چیز کی۔ میری بی جان کی موت کی ذمیدار بھی تم ہو۔ تم نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔"

زین غصے سے آگے بڑھتا اس کو گردن سے دبوچ چکا تھا۔ ہانی اس کی سخت پکڑ میں مچل رہی تھی۔۔۔

اس کا دباؤ ہانی کے گلے پر تھا۔ ہانی کی آنکھیں خوف اور اس کی مضبوط پکڑ کی وجہ سے باہر آنے کو تھیں۔۔۔

اسے زین سے شدید خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ نازک سی لڑکی ایسے رویوں کی عادی نہ تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو تواتر سے بہنے لگے۔

زین کی گرفت اس کی گردن پر ڈھیلی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود اس کیفیت سے نکال چکا تھا۔

زین کے کمرے سے شور کی آوازیں سن کر زمین اس جانب بڑھی لیکن سکینہ بیگم نے اسے روک دیا ان کا تیر نشانے پر لگا تھا۔ اس لیے وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان میں سے کوئی بھی وہاں جائے اور بنا بنایا کھیل بگڑے۔

ہانی حیرت اور دکھ سے اس شخص کو دیکھے گئی وہ مانتی تھی کہ ان کی شادی ایسے حالات میں نہیں ہوئی تھی کہ وہ کوئی خوش گمانیوں میں رہتی۔ لیکن ہر لڑکی کی طرح اس کے ب بھی کچھ احساسات تھے ---



اس نے سوچا تھا کہ زین اسے حوصلہ دے گا۔ اس کا غم بانٹے گا۔ لیکن یہاں تو وہ شخص اسے مزید زخم دے رہا تھا۔ اس کے احساسات کو بے دردی سے کچل رہا تھا۔

ہانی خوف سے کھڑی کانپ رہی تھی۔ اسے زین سے اس سب کی امید نہیں تھی۔ بنا سوچے سمجھے اس نے ہانی پر اتنا بڑا الزام لگا دیا تھا۔

شور کی آواز سن کر ہاجرہ بی بی بھاگتی ہوئی زین کے کمرے کی طرف آئیں لیکن سامنے کا منظر دیکھ دکھ کی ایک لہر ان کے اندر سرائیت کر گئی۔

"نکل جاؤ ابھی اسی وقت یہاں سے۔ میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔"

زین ہانی کو بازو سے دبوچتے ہوئے دروازے تک لایا تھا۔ اور دروازے میں ہی رک کر ہانی کو جھٹکے سے باہر پھینکا تھا۔۔۔

ہاجرہ بی بی نے فوراً آگے بڑھ کر ہانی کو پکڑا تھا۔ اگر وہ اسے نہ تھامتیں تو وہ یقیناً بہت بری طرح گرتی۔

"زین صاحب کیا کر رہے ہیں یہ آپ - کیوں اس معصوم کے ساتھ اتنا برا سلوک کر رہے ہیں۔"

ہاجرہ بی بی سے زین کا یہ رویہ برداشت نہ ہوا تو بول اٹھیں۔

"ہاجرہ بی بی پلیز آپ اس سب سے دور رہیں میں نہیں چاہتا غصے میں میں آپ سے کوئی بدتمیزی کر بیٹھوں۔"

زین نے ان سے بات کرتے ہوئے اپنا لہجہ نرم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ---

جبکہ اس بار ہانی چیخی تھی -

"کیوں ! کیوں کی تھی تم نے مجھ سے شادی ! یہی سب کرنے کے لیے۔۔۔۔ تم سب مرد ایک جیسے ہوتے ہو۔ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ شادی کرو مجھ سے۔ اپنی مرضی سے کی ہے تم نے"

ہانی غصے اور دکھ کی کیفیت میں کانپ رہی تھی۔

"تمہارے باپ کی وجہ سے کی تھی۔ ان کے جڑے ہاتھ دیکھ کر لیکن بہت بڑی غلطی ہو گئی مجھ سے۔"

زین غصے میں وہ سب بول گیا تھا جو اظہار صاحب نے اسے ہانی کو بتانے سے منع کیا تھا۔۔۔

اس کی بات سن کر ہانی جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔ وہ کیا کہتی اسے۔ اس کے پاس تو کہنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں تھا۔

اس کے اپنے بابا نے اسے بے مول کر دیا تھا اس شخص کے آگے۔ تو وہ کس حق سے اس سے لڑتی۔ وہ بس آنکھیں پھاڑے اس سب پر یقین کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

زین نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ اسے شدت سے اپنی تذلیل محسوس ہوئی تھی۔ اس کی عزت نفس کو اس شخص نے بری طرح مجروح کر دیا تھا۔۔۔۔

ہاجرہ بی بی اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئیں۔ اور اسے گیسٹ روم میں بٹھا دیا۔ وہ اسے جانے کیا کہتی رہیں۔۔ کتنی تسلیاں دیں۔ اسے تو کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے بس زین کی آواز بار بار اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔۔۔

"تمہارے باپ کے جڑے ہاتھ دیکھ کر۔۔۔۔۔"

یہ الفاظ اسے تیر کی مانند لگ رہے تھے۔ کیا وہ اتنی بے وقعت ہو گئی تھی کہ اس کے لیے اس کے باپ کو کسی کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑے۔۔۔۔



اکثر ہم ہمارے والدین کو بہت غلط سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ ہی ہمارا سب سے مضبوط سائبان ہوتے ہیں۔ وہ کبھی اپنی اولاد کے لیے غلط فیصلہ نہیں کرتے۔۔۔۔

ایسی ہی کیفیت کا شکار اس وقت ہانی تھی۔ وہ اپنے بابا کو غلط سمجھ رہی تھی۔ لیکن اگر ایک بار وہ خود کو ان کی جگہ رکھ کر سوچتی تو اسے احساس ہوتا۔۔۔۔



حمزہ اندر آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب وہ کدھر جائے۔ کیونکہ وہ تو پہلی بار یہاں آئی تھی۔

"اہممم ہممم۔"

اس کو ایسے کھڑا دیکھ کر پیچھے آتے شاہ نے اپنی جانب متوجہ کیا۔ اس کے کھانسنے پر حمزہ نے مڑ کر اس کو دیکھا۔۔۔

"کیا بات ہے مسز شاہ؟ یہاں کیوں کھڑی ہیں۔"

شاہ نے اسے تنگ کرنے کے لیے جان بوجھ کر مسز شاہ بولا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ حمزہ اس کی بات پر کتنا چڑ جائے گی اور یہی تو وہ چاہتا تھا اسے تنگ کرنا۔۔۔

جبکہ اس کے مسز شاہ کہنے پر حمزہ نے گھور کر اسے دیکھا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ آخر وہ اس کے گھر میں کھڑی ہے۔ کچھ کہہ نہ پائی۔

"کوئی پریشانی ہے کیا؟"

حمزہ کو خاموش دیکھ کر شاہ کو فکر ہوئی۔۔۔

"ہاں ! وہ مجھے روم نہیں پتہ کہاں جانا ہے؟"

حمزہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن مرتا کیا نہ کرتا کہ مصادق اب جب وہ یہاں پر تھی اور پتہ بھی نہیں تھا کہ کہاں جانا ہے تو اس سے پوچھ ہی لیا۔۔۔

اس کی بات سن کر شاہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی ۔

" رفیق ان کا سامان لے کر اوپر کمرے میں رکھوا دو۔ "

شاہ اپنے نوکر کو حکم دیتا حمزہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔

" چلو میں تمہیں روم دکھا دوں۔ "

شاہ نے حمزہ کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جبکہ ہادی کو ابھی بھی شاہ نے اٹھایا ہوا تھا ۔

" بابا یہ ہمارا دھر (گھر) ہے۔ "

ہادی نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ستائش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے شاہ سے پوچھا ۔

"ہاں یہ ہمارا ہی گھر ہے۔"

شاہ نے اس کے گال چوم کر اسے جواب دیا اور حمنہ کے ساتھ روم میں آ کر رکا۔

"یہ تو آپ کا روم ہے۔"

حمنہ نے کمرے کو دیکھ کر کہا کیوں کہ وہاں موجود ہر چیز شاہ کی رہائش کا پتہ دے رہی تھی

-

"ہمارا روم کہاں ہے۔"

اس سے پہلے شاہ کچھ کہتا حمنہ دوبارہ بولی۔

"یہ ہمارا ہی روم ہے۔"

شاہ نے ہادی کو نیچے اتارتے ہوئے معنی خیزی سے حمنہ کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ جبکہ ہادی

اس کی گود سے اترتے ہی بھاگ کر ڈریسنگ ٹیبل پی رکھی پرفیوم کی قیمتی شیشیوں کو اٹھا اٹھا

کر دیکھنے لگا۔۔



اس سے پہلے کہ حمزہ پھر کوئی جواب دیتی - اچانک کانچ کے ٹوٹنے کی آواز آئی --  
دونوں نے گھبرا کر اس طرف دیکھا جہاں سے آواز آئی تھی - جبکہ ہادی معصوم سی شکل بنائے  
کھڑا شاہ کو دیکھ رہا تھا ---

اس نے شاہ کے پرفیوم کی ایک شیشی توڑ دی تھی - جبکہ ہانی اب ڈر گئی تھی کہ نا جانے شاہ  
اس سے کیا سلوک کرے گا - ماضی کی ایک یاد اس کے ذہن میں تازہ ہوئی تھی ---  
وہ ابھی اس کے ری ایکشن کا سوچ ہی رہی تھی جب شاہ کو دیکھ کر ٹھٹکی ---

جو نہایت آرام سے ہادی کو اٹھا کر چیئر پر بٹھا رہا تھا --

"ہاتھ دیکھاؤ کہیں لگی تو نہیں ---"

شاہ بہت پیار سے اس کا ہاتھ تھامے فکر مندی سے پوچھ رہا تھا --

جبکہ اس کو ہادی کا ہاتھ پکڑے دیکھ کر بے اختیار حمہ نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا اور کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ بہت سے آنسو خاموشی سے اپنے اندر اتارتی وہ واش روم میں گھس گئی اور یہ سوچ کر خود کو پر سکون کرنے لگی کہ ----

کم از کم وہ ہادی کو بہت چاہتا ہے۔ اور اسے کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ یہی سوچ کر وہ پر سکون ہو گئی تھی ---



زین صبح صبح ہی اسلام آباد ایئر پورٹ کے لیے نکل گیا تھا آج حنین کی صبح کی فلائیٹ تھی --

حنی نے اسے منع بھی کیا تھا کہ زین اسے لینے نہ آئے۔ لیکن زین نہیں چاہتا تھا کہ وہ اتنے عرصے بعد اکیلا گھر واپس آئے ----

ابھی حنین کی فلائیٹ لینڈ ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ زین نے شجاع کو گھر بھیج دیا تھا۔ کیونکہ اب سجاول سائیں نہ جانے کب تک ایسے رہتے اور شجاع دو دن سے وہاں تھا۔ اس لیے اس نے شجاع کو مزید مشکل میں نہ ڈالنے کی غرض سے اسے واپس بھیجا۔۔

زین کل ہانی سے ہوئی لڑائی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جب اسے اپنے کندھے ہر دباؤ محسوس ہوا۔

اس نے گردن گھما کر دیکھا تو حنین اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔۔۔

"بھائی خیر تو ہے کہاں گم ہیں۔ میں کب سے آپ کے پاس کھڑا ہوں لیکن آپ کو تو ہوش ہی نہیں ہے۔"

حنی نے اسے گم سم سا دیکھا تو پریشانی سے بولا۔

"کچھ نہیں یار بس ایسے ہی۔"

زین نے بہانا بنایا۔۔۔

"کہیں آپ بی جان کی وجہ سے تو آپ سیٹ نہیں۔"

حنی نے اندازہ لگایا۔۔۔

"ہممم یار بس سوچا نہیں تھا کہ سب اتنی جلدی ہو جائے گا۔"

زین نے افسردگی سے کہا۔۔۔

"یار بھائی بات سنیں ! ایسے منہ مت لٹکا کر بیٹھیں۔ ورنہ وہ جو ہماری ڈول ہمیں خوش چھوڑ کر گئیں تھیں نا وہاں بہت پریشان ہو جائیں گی۔"

حنی نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بی جان کے متعلق چلتے ہوئے کہا۔۔۔

وہ ایسا ہی تھا۔ خود کتنا بھی دکھی یا پریشان کیوں نہ ہو لیکن دوسروں کا خیال اپنے سے پہلے رکھنے والا۔ زین اس بات سے اچھی طرح واقف تھا اسی لیے اسے کچھ نہیں کہا۔ ورنہ ایسی سپوائشن میں وہ کسی کی ذرا سی بات نہ برداشت کرتا تھا۔۔۔



باقی کا سارا راستہ خاموشی سے گزرا تھا۔ گھر آتے ہی حنی پہلے بی جان کی قبر پر گیا۔ پھر واپس آکر سکینہ بیگم سے ملا۔ سفر کی وجہ سے کافی تھک گیا تھا۔ ہاجرہ بی بی کو چائے کا بول کر اپنے روم میں فریش ہونے چلا گیا۔۔۔

جب فریش ہو کر باہر آیا تو چائے تیار تھی۔ اسے پی کر وہ آرام کی غرض سے لیٹ گیا۔۔۔

ہانی کل کے واقعے کے بعد سے اپنے روم سے باہر نہیں آئی تھی۔ اور زین نے بھی سب کو حنی کو ہانی کے بارے میں بتانے سے سختی سے منع کر رکھا تھا۔۔۔۔۔ جس وجہ سے اس کی ملاقات اب تک ہانی سے نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔۔

نہیں کو آج تین دن بعد ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ اس دوران اظہار صاحب نے اپنے کچھ دوستوں کی مدد دے نئے گھر کا بندوبست کر لیا تھا اور اپنا پرانا گھر بھی بیچ دیا تھا۔

بس اب نین کے گھر آنے کے بعد ان لوگوں کو سامان لے کر شفٹ ہونا تھا۔۔۔

انکے شفٹ ہونے کی خبر سن کر سرپنچ کے بیٹے نے پھر سے شور مچایا لیکن اس بار اس کی کسی نے نہیں سنی۔ کیونکہ یہ ان سب کا مشترکہ فیصلہ تھا جو انہوں نے اظہار صاحب کے سامنے رکھا تھا۔۔۔۔

کہ یا تو وہ رانیہ کی شادی اس سے کروا دیتے یا پھر یہ علاقہ چھوڑ کر جاتے۔ اظہار صاحب نے ان کا دوسرا فیصلہ قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ رانیہ کو وہ کبھی اس اوباش کے حوالے نہ کرتے۔

گاڑی تیار کھڑی تھی۔ سارا سامان ایک بڑی گاڑی میں لوڈ کروا دیا گیا تھا۔ اب تو بس سب اس گھر کو الوداعی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔۔

"اظہار ! اگر ہانی واپس آئی تو۔۔۔ اگر وہ ہم سے ملنے آئی۔۔۔"

زینب بیگم کو ہانی کی فکر ہوئی۔ جیسے بھی حالات میں وہ یہاں سے گئی تھی لیکن انہیں اس کے واپس آنے کی امید میں تھی۔

"زینب بیگم جب اس کا ہم سے ملنا قسمت میں ہو گا تو کہیں بھی مل جائے گی ہمیں۔ فی الحال ہمیں بس یہاں سے جانا ہے۔"

اظہار صاحب نے آنکھیں چراتے ہوئے کہا۔۔

"لیکن ہم یہاں بھی تو کسی کو اپنا ایڈریس بتا کر جا سکتے ہیں ناکہ اگر ہانی آئے تو وہ اسے ہمارے بارے میں بتا سکے۔"

انہوں نے ایک آخری حل پیش کیا تھا۔

"زینب بیگم یہاں کے لوگوں اور مزید رسوائی سے بچنے کے لئے ہی ہم لوگ یہاں سے جا رہے ہیں۔ پھر ہم کسی کو کیسے بتائیں؟"

اظہار صاحب نے ان کی آخری امید بھی ختم کر دی تھی اور وہ بس چپ کر کے انہیں دیکھنے لگیں اور سوچنے لگیں

"کہ کاش وہ اتنا بڑا فیصلہ نہ کرتے تو آج ان کی ہانی ان کے پاس ہوتی۔"  
لیکن اب سوچنے کے سوا وہ کر بھی کچھ نہیں سکتیں تھیں۔

رانیہ جو کب سے کھڑی دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ کندھے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے پلٹی۔۔

"کیا سوچ رہی ہو گریبا !"

نین نہت پیار سے اس سے پوچھا رہا تھا۔ وہ گھر لاک کر رہا تھا جب اس نے رانیہ کو یوں اداس کھڑے دیکھا تو اس کے پاس چلا آیا۔۔۔



"بھائی کیا اب ہم ہانی سے دوبارہ کبھی نہیں مل سکیں گے؟"

رانیہ نے آنکھوں میں نمی لیے نین کو دیکھ کر سوال کیا۔

"کس نے کہا ہے تم سے پاگل ہو کیا؟ کیوں نہیں ملے گی ہانی ہمیں؟"

نین نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"بھائی ہم جارہے ہیں یہاں سے۔ ہانی کو ملے تک نہیں نہ اسے بتایا۔ وہ ہم سے کتنا ناراض

ہو گی جب اسے پتہ چلے گا۔"

رانیہ نے نین کو دیکھتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔ وہ نین کے لیے بالکل گریا جیسی تھی۔

نازک سی۔ چھوٹی سی۔

"گریا تم فکر مت کرو تمہارا بھائی ابھی زندہ ہے۔ اور ہانی ہمیں ضرور ملے گی۔ ہم یہاں سے جا

ضرور رہے ہیں لیکن ہانی کو بھولیں گے نہیں۔ ہانی کو میں ڈھونڈوں گا اور وہ ضرور ملے گی

ہمیں۔"

نین نے ایک عزم سے کہا تھا - اور رانیہ کا سر اپنے سینے سے لگا کر اس پر بوسہ دیا۔  
اس کی آنکھوں میں ہانی کو ڈھونڈنے کی امید تھی -

"چلیں ماما بابا انتظار کر رہے ہیں باہر آپ دونوں کا۔"

وہ دونوں یونہی کھڑے تھے جب سمیرا نے انہیں آواز دی اور یاد دلایا کہ انہیں جانا ہے -

"ہاں چلو تم دونوں گاڑی میں بیٹھو - میں گیٹ لاک کر کے آتا ہوں -"

نین نے دونوں کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں چپ چاپ گاڑی کی  
طرف چل دیں۔ جبکہ نین نے حسرت سے آخری بار اس گھر کو دیکھا جس میں اس کا بچپن گزرا  
تھا۔۔۔۔

اس کی یادیں وابستہ تھیں - اور اب اسے اس گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جانا تھا۔۔

ایک آخری نظر گھر پر ڈالتے وہ بھی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔



سفر کی تھکان کی وجہ سے حنین صبح کا سویا شام کو اٹھا تھا۔

حنین کی آنکھ کھلی تو شام کے پانچ بج رہے تھے۔

"اوہ شٹ ! میں اتنی دیر کیسے سوتا رہ گیا۔"

حنین حیران ہوتے ہوئے خود سے ہی مخاطب تھا۔ کچھ دیر یونہی سستانے کے بعد وہ اٹھ کر واشروم میں گھس گیا۔۔۔۔



ہانی کل کے واقعے کے بعد سے روم سے ہی نہیں نکلی تھی۔ ہاجرہ بی بی نے کئی بار اسے باہر آنے کو کہا کہ اس کا دل بہل جائے لیکن ہر بار اس نے منع کر دیا۔۔۔۔

کھانا بھی ہاجرہ بی بی اس کمرے میں ہی لا کر دے دیتیں۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ باہر نکلے اور اس کا سامنا پھر سے زین سے ہو۔۔

اب اندر بیٹھ بیٹھ کر بھی اکیلی تنگ آ گئی تو اٹھ کر حویلی کے پچھلی سائیڈ والے لان میں آ گئی

--

سامنے والے لان میں جانے سے ہاجرہ بی بی نے اسے منع کیا تھا۔ کیونکہ وہاں اکثر گاؤں کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے اپنے مسائل لے کر۔ جنہیں حل تو کم کیا جاتا تھا البتہ ان کے لیے پریشانی مزید بڑھا دی جاتی تھی۔۔۔۔



حنین فریش ہو کر نکلا تو یونہی گیلے بالوں میں ٹاول رگڑتا کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

جب اس کی نظر سامنے کھڑی لڑکی پر پڑی۔ اس لڑکی کی حنین کک طرف پشت تھی اس لیے نہ وہ حنین کو دیکھ پائی اور نہ حنین اس کا چہرہ دیکھ سکا۔۔۔



وہ لڑکی اپنی ہی رو میں چلتی پھولوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ کبھی ایک پھول ہر جھک کر اس کی خوشبو اپنے اندر اتارتی تو کبھی دوسرے کی۔ وہ اس سب میں اتنا مگن تھی کہ اسے پتہ ہی نہ چلا۔۔۔

کب حنین اس کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ حنین اسے کافی دیر یونہی دیکھتا رہا کہ شاید وہ پلٹے اور حنین اس کا چہرہ دیکھ پائے۔۔۔۔

لیکن جب کافی وقت گزر گیا اور اس سے صبر نہ ہوا تو خود ہی لان میں آگیا اور اب اس کے پیچھے کھڑا شرارت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

اس کی آنکھوں کی چمک بڑھی تھی۔ وہ یقیناً کوئی شرارت کرنے والا تھا۔۔

"ہاؤوؤوؤ !"

ہانی جو پیچھے مڑنے ہی والی تھی کہ ایک دم حنین کے ڈرنے کے باعث اپنا توازن کھو بیٹھی اور سیدھی پاس بنی کیاری میں گری۔۔۔

ہانی کا دل ڈر کی وجہ سے زور سے دھڑک رہا تھا جبکہ اس کا چہرہ دیکھ کر حنین با مشکل اپنی ہنسی کنٹرول کرتا اس کی جانب بڑھا۔۔۔۔

اور اپنا ایک ہاتھ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اس کی اٹھنے میں مدد کی غرض سے جھکا۔

ہانی جو پہلے ڈری تھی۔ پھر خود کر گرا دیکھ کر شرمندہ ہوئی تھی تو اب سامنے والے کی ڈھٹائی دیکھ کر سلگ کے رہ گئی۔۔۔

جبکہ حنین اب بھی مسکرا کر اس کے آگے ہاتھ کیے کھڑا تھا۔ اور چاہ کر بھی اپنی مسکراہٹ روک نہیں پا رہا تھا۔

ہانی نے غصے دے اس کا ہاتھ پیچھے جھٹکا اور ہاتھ جھاڑتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ اور غصے کی ایک گھوری سے نوازنہ نہ بھولی تھی۔

جبکہ اب کی بار حنین اپنا قہقہہ نہ روک سکا اور کھل کے ہس دیا۔۔۔۔۔

ہانی نے غصے سے حنین کی نقل اتارتے ہوئے منہ بنایا۔۔۔۔

"ہو کون تم اور منہ پھاڑے ہنس کیوں رہے ہو۔ ایسے کسی کے گھر میں گھس کر دوسروں کو ڈرانا اچھی بات ہے کیا؟ کچھ مینز ب ہیں تم میں؟"

ہانی نان سٹاپ بول رہی تھی جب حنین نے اسے ٹوکا۔۔۔

"محترمہ ! بندہ ناچیز کو حنین عرف (حنی) پیار سے کہتے ہیں۔"

حنین نے اہنا تعارف کروا تے ہوئے کہا۔۔

"مجھے کیا تمہیں حنی کہتے ہیں یا حنی بی۔۔۔ مجھے یہ بتاؤ تم ہو کون اور اس گھر میں کر کیا رہے ہو؟"

ہانی نے اس کے نام کا مزاق بناتے ہوئے اور بعد میں تیوری چڑھائے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"یہ سوال تو میں بھی کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

حنین نے اسے آئبرو اچکا کر کہا۔ جبکہ ہانی کا ارادہ اب اسے یہ بتانے کا تھا کہ وہ اس گھر کے مالک زین کی بیوی ہے۔۔۔۔

اور یہ کہنے کے لیے اس نے منہ کھولا ہی تھا۔ کہ اچانک زین کی آواز سن کر اس نے منہ بند کر لیا۔۔۔

"اس ڈائٹوسار کو بھی ابھی آنا تھا کیا؟ تھوڑی دیر بعد آ جاتا تو کیا تھا کم سے کم میں اپنا تعارف تو ٹھیک سے کروا کر اس پوہے کا منہ بند کرتی۔"



ہانی نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ان دونوں کو ایک ایک نام سے بھی نوازا۔۔۔

"حنی تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

زین نے آگے آتے ہوئے حنین سے پوچھا جبکہ ہانی کی وہاں موجودگی کو اس نے سرے سے ہی اگنور کر دیا۔۔۔

جبکہ ہانی اس کے منہ سے حنین کا نام سن کر حیران رہ گئی۔ شکر تھا کہ وہ کچھ بول ہی نہیں گئی تھی مطلب زین اسے شخص کو جانتا تھا۔۔۔

"بھائی وہ میں تو بس ایسے ہی ٹہلتے ہوئے یہاں آ گیا تھا۔"

حنین نے فوراً سے بہانہ بنایا۔ جبکہ اس کے منہ سے بھائی سن کر ہی ہانی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ زین کا بھائی ہے۔۔۔۔

"ہیلو مس تو آپ کو پتہ چلا کہ میں کون ہوں اور یہاں کیا کر رہا ہوں۔"

حنین نے زین سے بات کرنے کے بعد اب ہانی سے کہا تھا وجہ اس گھر میں اپنی حیثیت بتانے کی تھی۔

"اور آپ !"

حنین نے ہانی سے اس کا تعارف چاہا۔ لیکن اس پہلے ہانی کچھ کہتی زین بول پڑا۔۔۔

"یہ میرے دوست کی بہن ہے۔ ان کی فیملی میں کچھ کرائسز ہو گئے تھے اس لیے یہ اب یہاں رہتی ہیں۔"

زین نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔۔۔۔

جبکہ ہانی کو اپنا یہ تعارف بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی جو اتنی سی بات دل پر لگا کر روتے ہوئے وہاں سے بھاگ جاتی۔۔۔۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر حنین عرف (حنی)۔"

ہانی نے بہت خوشی سے حنین کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ مقصد زین کو واضح کرنا تھا کہ وہ بھی کوئی مری نہیں جا رہی اگر وہ اس کا تعارف ایسے کرا رہا ہے تو۔۔۔۔۔

حنین نے بھی فوراً اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ لیکن اس کے ساتھ کھڑے زین کی آنکھوں میں موجود جلن دیکھ کر ہانی کو سکون سا محسوس ہوا۔۔۔۔۔

"چلیں حنی اور بھی بہت سے کام ہیں کرنے کے لیے اگر مل لیا ہو۔"

زین نے چڑتے ہوئے کہا تھا۔ حنین بھی جلدی سے سی یو آگین کہتا اس کے پیچھے ہو لیا۔ جبکہ ہانی مسکراتے ہوئے اپنے روم کی جانب چل دی۔۔۔۔۔۔۔



رات کے کھانے کے بعد شاہ ہادی کو اٹھائے باہر لان میں نکل گیا۔ جبکہ حمزہ روم میں چلی گئی۔ کیوں کل وہ آرام کرنا چاہتی تھی۔۔۔۔

"بابا ماما آپ سے ناراض ہیں کیا؟"

ہادی کو نا جانے کیوں ایسا خیال آیا جو وہ پوچھ بیٹھا۔۔۔۔

"ہاں آپ کی ماما مجھ سے ناراض ہیں۔"

شاہ نے بھی بغیر کوئی بہانہ بنائے بغیر اسے بتایا وہ اپنے دل کی باتیں کسی سے کرنا چاہتا تھا۔ حمزہ تو اس بات کو نہیں رہی تھی تو اس نے ہادی سے ہی باتیں شیئر کرنے کا سوچا۔۔۔۔

"کیوں؟"

ہادی نے دوبارہ پوچھا۔ شاہ اس کا اگلا سوال جانتا تھا اسی لیے خود کو پہلے ہی تیار کر لیا تھا۔



"کچھ نہیں یار بس مس انڈر سٹینڈنگ ہو گئی تھی - اور میں نے آپ کی ماما کو ہرٹ کر دیا تھا  
"

شاہ نے اسے آدھی ادھوری بات بتائی - پوری بات بتا بھی نہیں سکتا تھا -

"تو آپ نے سوری کی انہیں؟"

ہادی نے معصومیت سے پوچھا -

"نہیں یار موقع ہی نہیں ملا اور سوچا بھی نہیں اس بارے میں -"

اس نے جواب دیتے ہوئے کہا اور واقعی اسنے معافی مانگنے کا سوچا بھی نہیں تھا ---

ہادی نے اس کی انگلی تھام رکھی تھی وہ دونوں لان میں واک کر رہے تھے ---

"اوہو ! بابا آپ کتنے بدھو ہیں -"

ہادی نے رک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا جبکہ شاہ منہ کھولے اس کے خود کو بدھو کہنے پر اسے  
 ہی دیکھ رہا تھا ---

"مطلب اپ کو سوری کرنی چاہیے تھی نا۔۔۔۔۔ ماما کہتی ہیں جب کچھ دلط (غلط) کرو تو سوری بولنا چاہیے ۔"

ہادی فی سر ہلاتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ تع میں نے سوچا ہی نہیں۔"

شاہ نے اسے گود میں اٹھاتے ہوئے کہا۔۔

" "تو اب سوچیں نا بابا ! "

ہادی نے اس کی عقل پر ماتم کرنے والے انداز میں کہا۔

جبکہ اس کی بات سن کر شاہ کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ چھوٹا ہی سہی لیکن ہادی نے بہت کام کی بات کی تھی۔۔

"ٹھیک ہے میں جلدی آپ کی ماما کو سوری بولوں گا۔"

اس نے ہادی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیتس لائک آد بوائے ( دیتس لائک آگڈ بوائے )۔"

ہادی جوش سے کہتا اس کے گلے لگ گیا۔ شاہ بھی اسے اپنے ساتھ لگائے اب اندر کی جانب چل دیا۔۔۔۔۔۔

اظہار صاحب اور ان کی فیملی گھر شفٹ کرنے کے بعد کہاں گئے تھے کوئی نہیں جانتا تھا۔ نہ ہی کبھی زین نے ان سے دوبارہ رابطہ کیا تھا۔۔۔

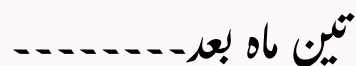
زین حنین کو لے کر اسلام آباد چلا گیا تھا۔ اپنا بزنس سنبھالنے کے لیے اور حنین کو بھی واپس جانے سے منع کر دیا تھا۔۔۔

ہانی حویلی میں ہی رہ رہی تھی۔ سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتی۔ جب بہت بور ہو جاتی تو باجرہ بی بی کے پاس جا کر بیٹھ جاتی۔ ایک دو بار اس نے کچن کا کام کرنے کی کوشش کی تو سکینہ بیگم نے سختی سے یہ کہہ کر روک دیا۔۔۔۔

"کہ ہم ہر کسی کو یوں اپنے گھر کے معاملات میں نہیں گھسنے دیتے۔۔۔"

جس سے ہانی کی صحت پر تو کوئی اثر نہیں پڑا۔ البتہ اس نے کسی بھی کام کو مہ کرنے کی قسم ضرور کھالی۔۔۔





زین اپنے آفس میں بیٹھا تھا جب اسے سکینہ بیگم کی کال آئی تھی۔ ان تین ماہ میں اس نے واپس پلٹ کر نہ دیکھا تھا نہ ہی کبھی ہانی کی کوئی خبر لی تھی۔۔۔۔

"ہیلو جی چچی سائیں کیسے یاد کیا آپ نے !" "

زین نے بے دلی سے فون رسیو کرتے ہوئے کہا۔ جب کہ سلام کرنے کی زحمت دونوں طرف سے نہیں کی گئی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے زین۔"

سکینہ بیگم نے کال کرنے کا مقصد بیان کرنا چاہا۔ جبکہ ان کے کمرے کے قریب سے گزرتی ہانی کے قدم زین کا نام سنکے رکے تھے ---

اس کا دل زین کے نام پر عجیب انداز سے دھڑکا تھا۔ اپنی اس کیفیت کو وہ خود بھی نہیں سمجھ پائی۔

"جی کہیں میں سن رہا ہوں۔"

زین نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا۔۔

"بات فون پر کرنے کی نہیں ہے۔ تم توبی آ جاؤ آرام سے بیٹھ کر بات کریں گے۔"

سکینہ بیگم نے وضاحت کی جبکہ نا جانے کیوں ہانی کا دل چاہا زین جلدی آ جائے۔ اور وہ اپنی ان خواہشوں پر خود بھی حیران رہ گئی تھی ---

"لیکن چچی سائیں یہاں کام بہت زیادہ ہے۔ میں کیسے آ سکتا ہوں۔"

زین نے خاہ مخواہ بہانہ گھڑا۔ یہ جانے بنا کہ کوئی شدت سے اس کے آنے کا انتظار کر رہا تھا

"دیکھو بات ضروری نہ ہوتی تو میں تمہیں کبھی نہ بلاتی۔ اور ویسے بھی اگر میری جگہ بی جان تمہیں بلاتیں تب بھی تم آنے سے انکار کر دیتے؟"

انہوں نے بی جان کا حوالہ دے کر اسے بلیک میل کرنا چاہا اور یقیناً یہ حربہ کامیاب ہونا تھا

زین کا آنے سے انکار سن کر ہانی کو دکھ ہوا وہ پلٹنے ہی والی تھی جب دوبارہ سکینہ بیگم کی آواز پر رکی۔۔

"ہاں تم کل ہی آ جاؤ اور حنی کو بھی ساتھ ہی لے آنا۔ تھوڑا گھوم پھر جائے گا بچہ وہاں کام کر کر کے تھک گیا ہو گا۔"

سکینہ بیگم نے جھوٹی محبت جتاتے ہوئے کہا تھا -

جبکہ ان کی بات سے ہانی نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کل آنے والا ہے اور یہی سوچ کے ایک گہری سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھر گئی ----



سکینہ بیگم کے کمرے سے پلٹ کر وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئی تھی -

"مجھے کیا ہو گیا ہے میں کیوں اس کھڑوس انسان کے آنے کا سن کر اس قدر خوش ہو رہی ہوں۔"

ہانی خود سے ہی مخاطب اپنی حالت سمجھنے سے قاصر تھی -

کافی دیر یونہی بیٹھے بیٹھے گزر گئی - کتنی ہی دیر وہ زین کے بارے میں سوچتی رہی - پھر اچانک اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ کا احاطہ ہو گیا ---



جیسے وہ کچھ سمجھ گئی تھی ۔

"سووووو ! مس ہانی تمہیں آخر مسٹر زین سے پیار ہو گیا ہے ۔"

مسکراتے ہوئے اس نے اپنے سر پر چپت لگائی تھی ۔

"ہممم اب اس شخص سے کل اپنے دل کی بات کروں گی ۔"

وہ خود سے عہد کر رہی تھی ۔ ہانی ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی کہ اگر محبت ہو گئی ہے تو

جب تک سامنے والا خود بھی اس بات کا اعتراف نہیں کرتا وہ بھی خود سے کچھ نہیں کہے

گی۔۔۔

اور وہ کوئی رسک بھی نہیں لینا چاہتی تھی - چاہے جو بھی حالات تھے ان کی شادی کے وقت - اب وہ شخص اس کا شوہر تھا اور اس کے دل پر قابض بھی ہو چکا تھا - وہ اسے کسی سے بانٹ نہیں سکتی تھی ---

زین اور نرمین کی منگنی کا اس کو پتہ تھا اور سکینہ بیگم کی بات سن کر اسے شک بھی ہونے لگا تھا - جیسا کہ اس نے زین سے اپنے دل کے بات کہنے کا فیصلہ کیا ہے کہ بعد میں دیر نہ ہو جائے ---

جب سے ہانی کو نرمین اور زین کی منگنی کا پتہ چلا تھا نرمین اسے زہر لگنے لگی تھی - اچھی تو وہ اس کو پہلے بھی نہیں لگی تھی لیکن اب اسے وجہ مل گئی تھی ---

یہی حال نرمین کا بھی تھا - اگر نرمین ہانی کو زہر لگتی تھی تو ہانی بھی نرمین کو کوئی گڑ کی ڈلی نہیں لگتی تھی ----

اسی لیے دونوں جب بھی کبھی ان تین ماہ میں غلطی سے ایک دوسرے کے سامنے آ جاتیں تو گھور کر اپنا حق ادا کرتیں۔۔۔۔۔

ہانی اٹھ کر اب الماری کے قرین کھڑی کل کے لیے ڈریس سلیکٹ کرنے لگی تھی ۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اب کیا کرنا ہے۔۔۔۔

لیکن قسمت کب کسی کو موقع دیتی ہے یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔۔۔



حنی زین کے ساتھ گھر واپس آیا تو زین نے اسے لاونج میں ہی روک لیا۔

"حنی سنو !"

زین نے اس مخاطب کیا۔۔۔

"جی بھائی سنائیں۔۔۔۔"

حنی بھی اسی کی ٹون میں تنگ کرتے ہوئے بولا۔

"یار کبھی تو سیریس ہو کر بات سن لیا کرو۔"

زین اس کے انداز پر تپ کر بولا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا کبھی کسی بات کو سیریس نہ لینے والا۔ اور اس کی یہی بات زین کو بری لگتی تھی۔۔۔۔

وہ اسے کئی بار سمجھا چکا تھا کہ وہ اپنی لائف میں سیریس ہو جائے لیکن حنی ہمیشہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتا تھا۔۔

"بھائی پلیز اب دوبارہ شروع مت ہو جائیے گا۔ وہ بات کریں جس کے کیے روکا ہے۔"

حنی نے زین کے تیور دیکھتے ہی فوراً سے دہائی دی تھی۔ اسے لیکچر سننے سے سخت کوفت تھی

---



زین جو اسے سمجھانے کے لیے منہ کھول رہا تھا اس کی بات سن کر ایک نگاہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

"چچی سائیں کا فون آیا تھا۔ بلایا ہے کل حویلی۔"

زین نے مقصد کی بات کی۔ جانتا تھا اب اسے سمجھانا فضول ہے اسی سیدھا مدعے کی بات پر آیا۔۔

"ہاں تو؟"

حمی نے لاپروہی سے آئبرو اچکا کر پوچھا۔۔

"تو یہ کہ ہم کل جا رہے ہیں حویلی۔ اپنی تیاری کر لینا۔"

زین نے بات ختم کی۔

"اوہ ریلی ! "

حنی نے پر جوش انداز میں کہا۔

جبکہ زین سر نفی میں ہلاتا اندر بڑھ گیا وہ اس کی حرکتوں سے ویسے ہی بہت تنگ تھا۔

"آہا ! اب مزہ آئے گا مس ہانی آپ سے باقاعدہ تعارف کروانے میں ۔"

حنی چہرے ہر شرارتی مسکراہٹ لیے خیالوں میں ہانی سے مخاطب ہوا۔ اور یہی وجہ تھی حویلی جانے کا سن کر اس کے پر جوش ہونے کی۔۔۔



زین اور حنی حویلی پہنچ چکے تھے ۔ ہانی صبح سے ہی تیار ہو رہی تھی۔ جانے کتنی تیاری تھی جو ختم ہی نہیں ہونے میں آرہی تھی ۔۔۔۔

ان کی آوازیں سن کر وہ جلدی سے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھتی جلدی سے باکر نکلی۔۔۔

زین جو حنی سے بات کر رہا تھا۔ ہانی کو سامنے سے آتا دیکھ کر ٹھٹکا۔۔۔

وہ آج پہلی بار اسے تیار ہوا دیکھ رہا تھا۔۔۔ زین کتنی ہی دیر بے خودی میں اسی کو دیکھتا رہا۔ جب اس کو یوں گم دیکھ کر حنی نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور اس کے گم سم ہونے کی وجہ جانتے ہوئے اسے ہوش کی دنیا میں واپس لایا۔۔۔

"بھائی شرم کرو کچھ۔ منگنی شدہ ہو۔ اگر نرمین بھا بھی نے دیکھ لیا نہ تو خیر نہیں آپ کی۔۔۔"

حنی شرارت سے بولتا اس کو یاد دلا رہا تھا۔ جبکہ اس کی بات پر زین نے نظریں ہانی پر سے ہٹا کر اسے دیکھا۔۔۔

وہ کیسے بھول رہا تھا کہ نرمین بی جان کی خواہش ہے۔ وہ یوں بھٹک نہیں سکتا تھا۔ نہ وہ خود کو کوئی جھٹا دلا سہ دینا چاہتا ہے اور نہ ہی ہانی کو امید دلانا چاہتا تھا۔۔۔

اسی لیے سب یاد آتے ہی وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتے ایک سخت نگاہ ہانی پر ڈالتے اپنی بے اختیاری چھپاتے ہوئے تیزی سے اپنے روم کی طرف چلا گیا۔۔

جبکہ ہانی کو اس کا یہ انداز دکھی کر گیا۔ تبھی وہ پلٹنے لگی تھی جب حنی کی آواز پر رک کر اسے دیکھا۔۔۔۔

حنین کے بلانے پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔

"جی آپ نے مجھے بلایا؟"

ہانی نے یہاں وہاں گردن گھما کر دیکھتے ہوئے کچھ دیر پلے کے چہرے پر موجود تاثرات کو چھپاتے ہوئے بولی۔ جنہیں حنین اپنی دنیا میں مگن دیکھ نہیں پایا۔



"جی آپ کو یہاں کوئی اور بھی نظر آ رہا ہے؟"  
اس نے آئبرو اچکا کر اس کو بغور دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

"جی فرمائیں کیا کام ہے؟"  
ہانی کا موڈ سخت خراب تھا اس وقت اسی لیے وہ کافی روڈ ہو کر بولی تھی۔

"ارے یار آرام سے ایسے بول رہی ہو جیسے ابھی کچا چبا جاؤ گی۔"  
حنین نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہیں بولا۔

جب کہ ہانی سے مزید برداشت نہ ہوا تو تپ کر بولی۔

"اگر مجھے کچھ دیر مزید پریشان کیا تو میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی۔"

ہانی غصے میں کہتی پر پختی وہاں سے نکل گئی جبکہ اپنے پیچھے حنین کو سوچوں میں گہرا چھوڑ گئی۔۔۔

"ہر وقت غصے میں ہی رہتی ہے جنگلی بلی۔۔۔"

حنین مسکراتا ہوا اسے ایک خطاب دے کر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔۔۔



زین اپنے کمرے میں بیٹھا ابھی بھی ہانی کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ جب دروازے پر دستک سے ہوش میں آیا۔۔۔

"کون ہے؟ آجائیں۔"

زین نے سیدھے یو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"زین صاحب سکینہ بیگم بلا رہی ہیں آپ کو۔"

ہاجرہ بی بی اس کے اجازت دینے پر دروازہ کھول کر اندر آتی گویا ہوئیں۔۔

"ٹھیک ہے آپ چلیں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

زین نے ہر زاری سے کہا تھا کیونکہ اس وقت سا کا موڈ کسی سے بھی بات کرنے کا بالکل نہیں تھا۔

"جی صاحب !"

اس کے کہنے پر ہاجرہ بی بی سر ہلاتی واپس چلی گئیں تھیں۔

تھوڑی دیر وہ مزید یونہی بیٹھا رہا پھر اٹھ کر واش روم میں فریش ہونے چلا گیا۔۔۔

باہر نکل کر اب وہ سیدھا سکینہ بیگم کے کمرے کی جانب چل دیا۔

دروازے پر ناک کر کے وہ اندر سے اجازت آنے تک وہیں کھڑا ہو گیا۔

"آ جاؤ !"

سکینہ بیگم نے اجازت دی تو وہ فوراً اندر چلا گیا لیکن دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔۔۔

"آؤ آؤ زین بیٹا تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

سکینہ بیگم کے چہرے پر زین کو دیکھتے ہی رونک آئی تھی۔

"جی چچی سائیں حکم کریں کیوں یاد کیا؟"

زین نے سیدھا مقصد کی بات کی تھی۔ جس سے سکینہ بیگم کے چہرے پر ناگواری کی شکن ابھری لیکن جلد ہی خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔۔۔۔



"زین آج میں نے تم سے بہت خاص بات کرنی ہے اسی لیے بلایا ہے۔"  
سکینہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

ہانی جو کچن میں چائے کا کھنہ جا رہی تھی ہاجرہ بی بی کو گزرتے ہوئے نظر زین پر پڑی جو اس وقت سکینہ بیگم کے کمرے میں موجود تھا۔۔۔۔

نا چاہتے ہوئے بھی ہانی ان کی باتیں سننے کے لیے وہیں کھڑی ہو گئی بنا اس بات کی پرواہ کیے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی نے اسے یہاں کھڑے دیکھ لیا تو کیا سوچیں گے۔۔۔۔

ہانی ایسی نہیں تھی لیکن نا جانے آج کل اسے کیا ہو گیا تھا کہ وہ یوں چھپ چھپ کر دوسروں کی باتیں سننے لگی تھی۔۔۔۔

شاید اس کے پاس کرنے کو کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ اسی لیے وہ یہ سب کرنے لگی تھی

۔۔۔۔

"جی کہیں میں سن رہا ہوں۔"

زین نے فرمانبرداری سے کہا تھا۔

"دیکھو بیٹا بی جان کو گزرے کئی ماہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے چچا سائیں بھی نا جانے کب ٹھیک ہوں میری خود کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔"

وہ تمہید باندھتے ہوئے بولیں۔۔۔

"جی میں جانتا ہوں لیکن اس سب کو بتانے کی وجہ؟"

زین نے حیرانگی سے پوچھا۔۔۔

"میرے سر پر نرمین کی ذمہ داری ہے جسے میں جلد از جلد پورا کرنا چاہتی ہوں کیا پتہ کب میری بھی زندگی ختم ہو جائے۔"

سکینہ بیگم نہایت مکاری سے جال بُن رہیں تھیں۔۔۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔"

شین شاید سمجھ چکا تھا لیکن سمجھنا نہیں چاہ رہا تھا۔

"میں چاہتی ہوں اب تم اپنی ذمہ داری سنبھالو۔ میں جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہونا

چاہتی ہوں۔ اگلے ہفتے میں تم دونوں کی شادی کروانا چاہتی ہوں۔"

سکینہ بیگم نے اپنی بات مکمل کی۔ زین ان کی بات سن گنگ رہ گیا۔ وہ چاہ کر بھی کچھ بول نہ سکا۔

جبکہ ہانی کی حالت سے تو وہ ناواقف تھا۔ وہ بت بنی کھڑی سن رہی تھی اس کے سر پر تو جیسے دھماکہ ہوا تھا وہ تو بھول ہی گئی تھی۔ کہ جس شخص سے وہ محبت کرنے لگی ہے وہ تو کبھی

اس کا تھا ہی نہیں۔۔۔

اس لگا وہ ایک قدم بھی چل نہیں پائے گی۔ لیکن کبھی کبھی ایسی حالت میں بھی خود کو خود ہی سنبھالنا پڑتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کوئی ہو جو ہمیں سنبھالے لیکن ہم اکیلے ہی ہوتے ہیں

---

ہانی ب 4 اس وقت بالکل اکیلی تھی اسے خود کو خود ہی سنبھالنا تھا لیکن وہ پھر بھی ایک آس لیے زین کے جواب کو انتظار کرنے لگی۔۔۔۔

"ٹھیک ہے چچی سائیں۔ جو آپ کا حکم۔"

زین نے اقرار کر دیا تھا۔ اور یہی بات ہانی کے کیے زیادہ تکلیف کا باعث بنی۔ وہ خود کو بامشکل گھسیٹتے ہوئے بے جان قدموں سے واپس پلٹی۔۔۔۔

اس کو واپس پلٹتا زین دیکھ چکا تھا۔۔۔ اسے دکھ ہوا تھا یہ سب کہتے لیکن وہ چاہتا تھا ہانی خود اسے منع کرے شادی کے لیے۔ تاکہ اس کے پاس ایک وجہ تو ہو انکار کی۔۔۔



سکینہ بیگم کو ہاں کہہ کر وہ بھی اٹھ کر اپنے روم میں آ گیا تھا۔ اسے اس وقت ہانی پر شدید غصہ آ رہا تھا۔۔۔۔

"کیوں ! آخر کیوں تم اتنی خاموشی سے پٹ گئی۔ ایک بار بھی تمہیں میری آنکھوں میں اپنی محبت دکھائی نہیں دی۔۔۔"

زین نے غصے سے دروازے پر لات مار کر کہا۔ لیکن اچانک وہ اپنے الفاظ پر چونکا تھا۔

"محبت ! کیا محبت کہا میں نے؟"

وہ خود ہی سے سوال کرتا ہوا جواب کا منتظر تھا۔ کہ شاید اسے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔۔۔

لیکن اپنے اندر سے اٹھتی آواز کو زیادہ دیر نظر انداز نہ کر پایا۔۔۔۔

اور یہی بات اسے مزید تیش دلا گئی تھی۔۔۔

اپنا غصہ کم کرنے کے لیے وہ واشروم میں جا کر بیسن پر جھک گیا اور اپنے منہ پر پانی کے  
چھینٹے مارنے لگا۔۔۔۔۔



کتنی دیر وہ یونہی ہی صدمے میں بیٹھی سوچتی رہی کہ ایک بار پھر سے وہ خالی ہاتھ ہونے والی  
تھی۔۔ ابھی تو اس نے اپنے رشتے کو پایا بھی نہیں تھا کہ کھونے والی تھی۔۔۔۔۔

لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اٹھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ایک بار شین سے بات ضرور کرے گی

---

یہ سوچتے ہی وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔ اب اس کے قدموں کا رخ زین کے کمرے کی  
جانب تھا۔

دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ ہانی دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ کمرہ خالی تھا۔  
لیکن واشروم سے آواز آرہی تھی پانی کی۔۔

وہ چلتی ہو ڈریسنگ ٹیبل کے قریب آئی اور اپنا عکس دیکھ کر جائزہ لینے لگی۔ اچانک اس کی نظر  
زین کے قیمتی پرفیوم کی شیشیوں پر پڑی۔۔۔

جھک کر ایک ایک شیشی کو اٹھا کر دیکھنے لگی۔ جب اچانک زین کی آواز سن کر گھبرا کر پلٹی۔  
اور ایک شیشی اس کے ساتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری۔

"کیا کر رہی ہو تم یہاں پر !" "

زین جو ابھی اپنا غصہ کچھ کم کر کے نکلا تھا اسے اپنے ڈریسنگ کے پاس کھڑا دیکھ کر پھر سے  
غصے میں آیا تھا اور کرخت آواز میں اس سے پوچھا تھا۔۔۔

وہ جو پرفیوم دیکھنے میں مصروف تھی اس کی آواز سے ڈری تھی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتا ہانی جلدی سے نیچے بیٹھ کر کانچ چننے لگی۔۔۔

زین کو غصہ اس پر پہلے سے تھا۔ اوپر سے اپنے فیورٹ پرفیوم کی شیشی نیچے ٹکڑوں میں دیکھ کر اس کا غصہ مزید بڑھا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری چیزوں کو ہاتھ لگانے کی؟"

وہ غراتا ہوا اس کی جانب بڑھا اور ایک جھٹکے سے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔۔۔۔

ہانی جو کانچ چن رہی تھی اس کے زور سے جھٹکا دے کر کھڑا کرنے پر ایک کڑچی اس کے ہاتھ میں چبھی تھی۔ جہاں سے اب خون نکل رہا تھا۔۔۔۔

اس کی سخت گرفت ہانی کو اپنے ہاتھ میں چبھے کانچ سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی۔۔



لیکن وہ اپنے آنسوؤں پر ضبط کیے اس کی لال آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ جہاں حد درجہ غصہ تھا۔

وہ اس شخص کے سامنے رو کر اپنے آنسوؤں کی توہین نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جسے اس کی تکلیف کی پرواہ تک نہ تھی۔

"نکلو ابھی اسی وقت میرے کمرے سے۔"

زین نے ایک بار پھر اس کی عزت نفس پر وار کیا تھا۔ ایک بار پھر اسے ذلیل کر کے کمرے سے باہر نکالا تھا۔

ہانی خوماشی سے سر جھکائے اپنے آنسو اندر ہی گراتے ہوئے وہاں سے تیزی سے نکلی تھی۔۔۔

زین واپس کمرے میں پلٹا تو فرش پر خون دیکھ کر حیران ہوا اور پھر جب سمجھ آئی تو اپنی بے وقوفی پر خود کو کوسا۔۔۔



ہانی وہاں سے تو ضبط کر کے آگئی تھی لیکن اپنے کمرے میں آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

کچھ دیر بعد اپنے آنسو صاف کرت اٹھی اور ہاتھ کو بینڈج کرنے کی بجائے صرف خون بے دردی سے صاف کر دیا۔۔۔۔

زین کو احساس ہوا کہ اس نے بہت غلط کیا لیکن وہ بھی مجبور تھا۔ کیونکہ ہانی نے اس مے روکا نہ تھا۔ ایسا زین سوچ رہا تھا۔۔۔۔  
اس بات سے انجان کہ وہ تو وہاں آئی اسے روکنے تھی۔۔۔۔

زین نے خود کو کمپوز کیا اور فرسٹ ایڈ باکس لے کر ہانی کے روم کی طرف گیا۔۔  
نوک کر کے بنا انتظار کیے وہ اندر چلا گیا۔

ہانی جو صوفے پر سر جھکائے بیٹھی تھی اسے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی تھی ----

"بندہ بتا تو دیتا ہے کہ ہاتھ میں چوٹ آئی ہے۔"

وہ اس کے قریب بیٹھتا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے بولا ----

وہ ابھی دیکھ رہا تھا کہ چوٹ کہاں لگی ہے جب ہانی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے کھینچا

اور رخ موڑ لیا ----

"آپ جائیں پلیز یہاں سے - مجھے اکیلا رہنا ہے۔"

ہانی نے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے کہا - جیسے ابھی کچھ دیر پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو ----

جبکہ زین کو ہانی کا انداز بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ لیکن وہ سوچ کر آیا تھا کہ اب ہانی سے بات

کر کے ہی جائے گا ----

اسی لیے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔۔۔

"میں شادی کر رہا ہوں۔"

وہ اس کاری ایکشن جاننے کے لیے خاموش ہوا۔۔ جبکہ ہانی یونہی رخ موڑے بیٹھی رہی۔۔۔

"تو!"

کچھ دیر بعد وہ پلٹی اور سپاٹ چہرے کے ساتھ پوچھا۔ جیسے کہہ رہی ہو مجھے کیوں بتا رہے ہیں

۔۔۔

ہانی کا یہ انداز زین کو غصہ دلانے کے لیے کافی تھا۔ اسی لیے اب کی بار وہ تھوڑے سخت لہجے میں بولا تھا۔۔۔



"تو تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا؟"

زین نے پوچھا ----

"میری بلا سے دوسری شادی کریں -- تیسری یا پھر چوتھی --- مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ----"

ہانی نے اس کا سخت لہجہ کسی کھاتے میں ہی نہ لایا۔ اور اٹھ کر دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی

صاف اشارہ تھا کہ اب وہ یہاں سے جا سکتا ہے ---- جبکہ اس کا یہ انداز زین کو تپا گیا تھا

--- تبھی وہ غصے سے اٹھ کر دروازے تک گیا اور پھر رک کر دوبارہ بولا ----

"کوئی تیاری کرنی ہو شادی کے لیے تو بتا دینا۔ مک 5 شاپنگ کروا دوں گا۔"

چہتے ہوئے لہجے میں کہتا وہ رکا نہیں تھا۔ جبکہ ہانی بس منہ کھولے اسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔۔۔۔

کیا تھا وہ شخص بجائے معافی مانگنے کے وہ الٹا اسے اپنی شادی کی دعوت دے رہا تھا۔۔۔۔

زین کو ہانی کا یوں لا پرواہی دکھانا برا لگا تھا تبھی اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ نرمین سے شادی ضرور کرے گا۔۔۔۔

اس دن کے بعد سے زین اور ہانی ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئے تھے۔۔۔

زین نے بھی دوبارہ ہانی سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہانی تو بس کمرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔۔

گھر میں شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔ ہر طرف گما گماہمی تھی۔ کیونکہ سکینہ بیگم کی اکلوتی بیٹی کی شادی تھی۔۔۔

سکینہ بیگم شادی بیت دھوم دھام سے کرنا چاہتی تھیں لیکن زین نے صاف منع کر دیا تھا۔

وہ بس سادگی سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سکینہ بیگم نے ضد کی تھی کہ رخصتی بھی ساتھ ہی کی جائے گی اور چند ایک مہمانوں کو بھی بلایا جائے۔۔۔

اس طرح سادگی سے نکاح کر ساتھ رخصتی طے پائی تھی۔ لیکن سکینہ بیگم نے پوری حویلی میں ایک حلہ مچا رکھا تھا۔ وہ اپنی ہر خواہش کو پورا کر رہیں تھیں۔۔۔

ہانی ان سب چیزوں سے الگ تھلگ اپنے کمرے میں بیٹھی اپنی محبت کا ماتم منا رہی تھی۔ وہ زین کو روکنا چاہتی تھی لیکن ہر بار انا آڑے آ جاتی اور وہ یونہی چپ کر کے بیٹھ جاتی۔۔۔۔۔



ہانی کھڑکی کے پاس کھڑی باہر ہو رہی تیار یوں کو دیکھ رہی تھی ---  
آج شام کو زین کا نکاح تھا۔ پورا لان پھولوں اور رنگ برنگی قمقموں سے سجایا جا رہا تھا ---

لان کے ایک سائیڈ پر سیٹج بنایا گیا تھا۔ جبکہ مہمانوں کے بیٹھنے کے لیے پورے لان میں  
میزوں کے گرد کرسیاں لگائی گئیں تھیں ---  
توبلی کے پچھلے لان میں کھانے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔

سب دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ کتنی خواہش تھی اس کی بھی اپنی شادی پر ایسے ہی  
سجاوٹ کروانے کی۔۔۔۔۔ کتنے ارمان تھے اس کے بھی۔۔۔۔۔



لیکن ضروری ہے نہیں کہ انسان کی ہر خواہش پوری ہو۔۔۔ اس نے دکھ سے آنکھیں بند کر کے کھڑکی کے ساتھ ہی سر ٹکا لیا۔۔۔

وہ ایسے ہی جانے کتنی دیر کھڑی رہی جب دروازے پر ہوتی دستک سے ہوش میں آئی۔۔۔

"آ جاؤ۔۔۔"

اس نے بنا پلٹے جواب دیا۔۔۔

"ارے آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں۔"

حنین جو اس کی اجازت پا کر دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔ اسے یوں کھڑا دیکھ کر پوچھنے لگا۔۔۔

وہ حنین کی آواز سن کر پلٹی تھی۔۔

"آپ یہاں خیریت تو ہے؟"

ہانی کو بالکل توقع نہ تھی اس کے آنے کی اس لیے حیرت سے پوچھا۔۔

"جی کیوں میں نہیں آسکتا کیا؟ آپ اب تک مجھ پر غصہ ہیں۔"

ہانی کے یوں چونکنے پر اس نے سوال کیا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے میں سمجھی کہ ہاجرہ بی بی آئیں ہیں۔ اس لیے بس تھوڑا حیران ہوئی تھی۔"

ہانی نے جلدی سے کہا تھا تاکہ حنین کو برا نہ لگے۔۔۔

"کوئی کام تھا کیا؟"

کچھ دیر تک جب وہ یونہی کھڑا رہا تو ہانی نے پوچھا۔۔

"جج جی ! وہ اصل میں مجھے۔۔۔"

حنین تذبذب کا شکار ہوا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے بات کرے۔۔۔۔ لیکن جلد خود کو کمپوز کرتا دوبارہ بولا۔۔۔

"میں آپ کے لیے یہ کپڑے لایا تھا۔۔۔"

ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگ کو ہانی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔۔۔

"میرے لیے کیوں؟"

ہانی حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی۔۔۔

"وہ ایک چوٹی آج بھائی کا نکاح ہے نا تو میں دیکھ رہا ہوں آپ نے ابھی تک کوئی تیاری نہیں کی

۔۔۔ میں اپنے لیے شاپنگ کرنے گیا تو سوچا آپ کے لیے بھی کچھ لے لوں۔ اس لیے یہ

ڈریس لے آیا۔ مجھے زیادہ اندازہ تو نہیں ہے لڑکیوں کی پسند کا۔۔۔ لیکن آئی ہوپ آپ کو پسند

آئے۔۔۔"

یہ کہتے ہی شاپنگ بیگ بیڈ پر رکھے وہ جلدی سے واپس چلا گیا کہ مبادہ کہیں ہانی لینے سے انکار نہ کر دے۔۔۔

اور وہ نس دیکھتی رہ گئی۔۔

پھر بیڈ سے ڈریس اٹھا کر الماری میں بنا دیکھے ہی رکھ دی۔۔۔۔۔



حمنہ روم میں آئی تو روم کا منظر دیکھ کر حیران رہ گئی۔۔۔

ہر طرف گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔۔ جن کی خوشبو وہ محسوس کر سکتی تھی۔ کئی جگہ کینڈلز کو جلا کر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔۔۔۔

وہ چلتی کسی خواب کی کیفیت میں گلاب کی پتیوں کو چھوتی دیکھ رہی تھی۔ جب دروازہ کھلنے کی آواز ہر یکدم پلٹ کر دیکھا۔۔۔



سامنے کھڑے شاہ کو دیکھ کر اس کا کچھ دیر پہلے کا خوشگوار موڈ یکدم سے خراب ہوا تھا۔

وہ جلدی سے باہر جانے ہی لگی تھی۔ جب شاہ نے اس کا ہاتھ فوراً اپنی مضبوط گرفت میں لیا تھا۔۔۔

حمنہ کے باہر کو جاتے قدم اپنا ہاتھ شاہ کی گرفت میں ہونے سے رکے تھے۔۔۔

"یہ سب میں نے تمہارے لیے سجایا ہے۔"

وہ اسے کندھوں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

جبکہ ہانی نے تنفر سے اس کے ہاتھ جھٹکے تھے۔۔۔

"میں نے نہیں کہا تھا آپ سے یہ سب کرنے کے لیے۔۔۔"

وہ غصے سے منہ پھیر گئی تھی۔۔۔

"پلیز یار اب بس کر دو اور کتنی سزا دو گی۔ پانچ سال ! پانچ سال کم نہیں ہوتے۔ ان پانچ سالوں میں کیسے تمہاری دوری برداشت کی۔ یہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔۔۔"

شاہ پھر سے اس کے سامنے آتے ہوئے منت بھرے لہجے میں بولتا اسے یقین دلانا چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔۔۔۔

"مسٹر شاہ ! میں یہاں آئی ہوں تو صرف اپنے بیٹے کی وجہ سے اس لیے بہتر ہے آپ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔۔۔"

حمزہ نے اسے انگلی کے اشارے سے تنبیہ کرتے ہوئے باور کروایا۔۔۔

اس کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ کر شاہ تڑپ کے ہی رہ گیا تھا۔۔۔

"پلیز ایک بار معاف کر دو مجھے۔ میں اپنی ہر غلطی کا مداوا کروں گا۔"

وہ اس کے آگے گرگڑانے کی حد تک بے بس ہوا تھا۔۔۔

"غلطی نہیں تھی وہ گناہ تھا۔"

حمنہ نے سرد لیجے میں کہا جو شاہ کو مزید تکلیف دے رہا تھا۔۔۔

"بس کر دو خدا کے لیے۔ تھک چکا ہوں اب میں خود سے، حالات سے اپنی قسمت سے لڑتے

لڑتے۔۔۔ اب اور ہمت نہیں مجھ میں تمہاری یہ بے رخی برداشت کرنے کی۔۔"

وہ گھٹنوں کے بل اس کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کے بیٹھ گیا تھا۔

اس کا لہجہ کسی ہارے ہوئے جواری جیسا تھا۔ جو اپنا سب کچھ ہار گیا تھا۔ اس کی حالت اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔۔

وہ ٹھ فٹ کا مرد اس وقت اس کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا۔۔۔ حمنہ کا دل پگھلا تھا۔ اسے

اس حالت میں دیکھ کر۔ آخر وہ کیسے اسے اس حالت میں دیکھ سکتی تھی۔ محبت تھا وہ شخص

اس کی۔۔۔۔

حمنے نے آگے بڑھ کر اسے سمیٹنا چاہا لیکن اس کے رویے اور زیادتیاں ایک بار پھر سے یاد آ گئیں اور حمنے کے بڑھتے قدم رکے تھے ---

وہ بس مزید خود کو کمزور نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے فوراً دروازہ کھول کر باہر نکل گئی جانتی تھی کہ اگر کچھ دیر اور کی تو یقیناً خود کو روک نہ پائے گی۔---

جبکہ اس کے یوں جامے کے بعد اب شاہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ اپنی قسمت کو کوستا روئے جا رہا تھا اور کر بھی کیا سکتا تھا وہ۔-----



شام کا وقت ہو چکا تھا۔ مہمان آنا شروع ہو چکے تھے۔---

ہانی بس کھڑکی کے پاس کھڑی ایک امید اندر باندھ رہی تھی کہ شاید وہ یہ سب نہ کرے۔---



نکاح شروع ہو چکا تھا لیکن ہانی کی امید باقی تھی۔ اس نے شدت سے دعا کی تھی کہ وہ شخص کسی اور کا نہ ہو بس ہمیشہ اسی کا رہے۔۔۔۔

لیکن کبھی کبھی دعائیں فوراً قبول نہیں ہوتیں۔۔ ان کی قبولیت کا ایک صحیح وقت ہوتا ہے جو ہم انسان سمجھ نہیں پاتے۔۔۔

باہر سے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ گاؤں کے بچے پٹاخے بجانے لگے۔۔ مبارکباد کی آوازیں آنے لگیں۔۔۔

یانی کا دل یکلخت ڈوبا تھا۔۔۔ وہ شاک کی کیفیت میں خود کو یقین دلا رہی تھی کہ جس سچ سے وہ بھاگنا چاہ رہی ہے وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا ہے۔۔۔

ایک فیصلہ اس نے ابھی کیا تھا۔۔۔

ہاں اگر وہ شخص اس کے بغیر خوش رہ سکتا ہے تو وہ بھی اب اسے خوش رہ کر دکھائے گی۔ وہ اسے بتائے گی کہ اس نے کیا کھویا ہے۔۔۔۔

وہ خاموشی سے چلتی الماری کے قریب گئی اور اس میں سے حنین کا دیا ہوا ڈریس نکال کر واش روم میں چینج کرنے چلی گئی۔۔۔۔

بلیک کلر کا ٹخنوں تک آتا کھیرے دار فراک پہنے اب وہ شیشے کے سامنے کھڑی تیار ہونے لگی۔۔۔۔

ہلکا سا میک اپ کر کے ڈیپ ریڈ لپسٹک لگائے بالوں کو کھلا چھوڑے۔ وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ اگر کوئی اسے ایک بار دیکھتا تو نظریں ہٹانا بھول جاتا۔۔۔۔

خود کو ایک نظر شیشے میں دیکھ کے ایک دل جلا دینے والی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بیڈ پر پڑے دوپٹے کو اچھی طرح کندھوں پر پھیلائے باہر لان میں آئی تھی۔۔۔۔

زین جو کسی سے مبارکباد وصول کر رہا تھا سامنے سے آتی ہانی پر نظر پڑی تو پلک جھپکانا تک  
بھول گیا۔۔۔۔

وہ مسکراتی ہوئی اسی کی جانب بڑھ رہی تھی اور اس کی یہ پر سکون مسکراہٹ زین کا سکون  
برباد کر رہی تھی۔۔۔

نرین جو زین کو کسی بات کے لیے دو تین بار بلا چکی تھی لیکن اسے گم صم پا کر اس کی نظروں  
کے تعاقب میں دیکھنے لگی۔۔۔

لیکن جیسے ہی نظر سامنے سے آتی ہانی پر پڑی تو ایک جلن کے اور نفرت کے آثار اس کے  
چہرے پر ابھرے۔۔۔

جبکہ ہانی اب سیٹج پر پہنچ چکی تھی۔۔۔

"شادی بہت بہت مبارک ہو زین شاہ ! -"

ایک طنزیہ مسکراہٹ اچھالتی وہ اس کے قریب صوفے کے پاس پاؤں کے بل بیٹھی تھی ---

زین حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ یوں آکر اسے مبارکباد دے گی ---

"کیا ہوا میرے ہاتھ سے مٹھائی بھی نہیں کھائیں گے۔"

ہانی نے ہاتھ میں پکڑی مٹھائی اس کے منہ کے مزید قریب کی۔ جو ابھی تک شاک میں ہی تھا



شاہ ابھی تک ہانی کو بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ جب زمین نے غصے سے ہانی کا ہاتھ جھٹکا تھا  
- جو وہ شاہ کے سامنے کیے بیٹھی تھی ---

"ارے ارے ! ڈیئر سوتن آپ تو غصہ ہی کر گئیں --- بھئی ویٹ کر لیں آپ کو بھی  
مبارکباد دیتی ہوں -"

ہانی ایک جلتی ہوئی مسکراہٹ زین کی طرف اچھالتے ہوئے بولی ---

"یہ لڑکی کون ہے - پہلے تو اسے کبھی یہاں نہی دیکھا ---"

مہمانوں میں سے کسی عورت نے کہا تھا۔ شاہد وہ ان کی قریبی رشتہ دار تھیں - تبھی ہانی کو  
دیکھ کر اچنبھے سے بولیں ---

"ہااا ! یہ کیا آپ نے اب تک کسی سے میرا تعارف نہیں کروایا --- کوئی بات نہیں شاید

بھول گئے ہوں گے --- اس اوکے میں خود ہی کروا دیتی ہوں ---"

ہانی زین پر بھر پور طنز کرتے ہوئے بولی اور پھر رخ مہمانوں کی طرف کیا۔۔۔

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی۔ جب اچانک زین اٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے لے جانے لگا۔۔۔ اس کی برداشت ختم ہو چکی تھی۔۔۔

"ہاتھ تو چھوڑیں۔ ابھی تو میں نے سب سے اپنا تعارف بھی نہیں کروایا۔"

ہانی زین کی سخت گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"اندر چلو بات کرنی ہے مجھے تم سے۔۔۔"

شین غصے سے کہتا اسے ابھی تک اپنے ساتھ گھسیٹتا اندر لے جاتا ہوا بولا۔۔۔

"ہاں تو بات تو سب کے سامنے بھی۔۔۔"

اگلی بات ہانی کہ منہ میں ہی رہ گئی تھی ۔ جب زین نے اسے جھٹکے سے چھوڑا اور وہ سیدھا  
صوفے پر جاگری۔۔۔۔

"یہ کیا حرکت تھی؟"

زین غصے سے دھاڑا تھا۔۔۔

"کون سی حرکت؟ کیا ہوا؟"

ہانی نے انجان بنتے ہوئے آنکھیں پھیلا کر ایسے کہا جیسے وہ کچھ جانتی ہی نہ ہو۔۔۔۔ اور اٹھ کے  
اس کے مقابل آکھڑی ہوئی۔۔۔۔

"انجان مت بنو تم اچھی طرح جانتی ہو۔۔۔۔ ابھی تم کیا کر کے آئی ہو باہر۔۔۔۔"

زین غصی ضبط کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے غرایا۔۔۔۔

"کیا ! ہاں میں کیا کر آئی ہوں۔۔۔ تمہارا مجھ سے کوئی ناجائز تعلق تو نہیں جو یوں کسی کو بھی بتانے سے ڈرتے ہو۔۔۔"

اب کی بار ہانی بھی غصے سے چلائی تھی۔۔

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو۔۔۔"

شین نے اس کا بازو دبوچا تھا۔ ہانی کو اس کی انگلیاں اپنی بازو میں گرہتی ہوئی محسوس ہوئیں لیکن اس وقت کو کسی بھی تکلیف کو محسوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے تم۔۔۔ کوئی حق نہیں ہے تمہارا مجھ پر۔۔۔ جس تعلق کو تم کسی کے سامنے تسلیم نہیں کر سکتے اسے بنانا بھی نہیں چاہئے تھا۔۔۔"

ہانی غصے سے کہتی اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھکا دے کر خود کو چھڑا کر تیزی سے اس کی اگلی بات سننے بغیر وہاں سے نکل گئی۔۔۔۔





حنین جو اس سب ہنگامے سے ناواقف تھا۔ حویلی کی پچھلی جانب کھانے کا انتظام چیک کر کے واپس آیا تھا۔۔۔

اور اب پیاس لگنے کی وجہ سے کچن کی طرف جا رہا تھا کسی سے بہت بری طرح ٹکرایا تھا۔۔

"اوہ۔۔۔۔"

ابھی حنین اتنا ہی بول پایا جب ہانی نے نا آؤ دیکھا نہ تاؤ اور حنین پر برس پڑی۔۔۔۔۔

"اندھے ہو کیا؟ نظر نہیں آتا۔۔۔ یہ جو دو آنکھیں ہیں منہ پر ان کا استعمال بھی کر لیا کرو۔۔۔۔۔ اور اگر نہیں کر سکتے تو نکال کر کسی اندھے کو دے دو کم سے کم وہ صحیح سے استعمال تو کر لے گا ان کا۔۔۔۔"

غلطی سراسر ہانی کی تھی کہ وہ اتنا تیز چل رہی تھی سامنے سے آتے حنین کو دیکھ ہی نا پائی تھی۔۔۔ لیکن اب سارا الزام حتیٰ پر ڈالتے ہوئے وہ وہاں کی نہیں تھی۔۔۔ بلکہ غصے سے کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔۔۔

حنین ہنقوں کی طرح کھڑا بس دیکھتا رہ گیا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے ----



کمرے میں پہنچ کر اس نے تیزی سے دروازہ بند کیا اور ایسے ہی نیچے بیٹھتی چلی گئی ---

بہت ہمت کر کے وہ باہر گئی تھی لیکن اب اس کا ضبط ختم ہو گیا تھا وہ مزید خود کو مضبوط ظاہر نہیں کر سکتی تھی -- اسی لیے اپنے دونوں ہاتھوں سے بال نوچتے ہوئے چلائی تھی ---

"کیوں ! کیوں میرے ساتھ ایسا ہوا آخر کیوں ---- کیا قصور تھا میرا --- صرف اتنا کہ میں اس رشتے کو دل سے قبول کرنے لگی تھی -"

وہ وہیں بیٹھی روتی رہی --- چیختی چلاتی رہی -- لیکن باہر کے شور میں اس کی آواز دب کے رہ گئی تھی --

کوئی نہیں سن پا رہا تھا اس کی سسکیاں ، رونا۔۔ ہس مگر اس کا رب تو سب سن رہا تھا۔ دیکھ  
رہا تھا۔۔۔۔



وہ رات ہانی نے کیسے گزاری تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔۔۔ ساری رات یہی تڑپ اسے کسی  
کل چین نہیں لینے دے رہی تھی۔۔ کہ وہ کسی اور کا ہو گیا تھا۔۔۔

آج اپنی نئی زندگی کسی اور کے ساتھ شروع کرنے والا ہے۔۔۔  
اس بات سے انجان کہ کسی کی زندگی تو بس اسی رات کی اذیت کی نظر ہو رہی ہے۔۔۔۔۔

ایک ہفتہ ہو چکا تھا لیکن دوبارہ ہانی کسی کے سامنے نہیں گئی تھی نہ ہی اپنے کمرے سے  
نکلی تھی۔۔۔

آج اسے یہاں گھٹن محسوس ہو رہی تھی اسی لیے کمرے سے باہر نکلی تھی۔۔ لیکن لان سے  
آتی آوازوں نے اس کے قدم روکے تھے۔۔۔

"زین میں سوچ رہی ہوں کہ تم اپنے ساتھ زین کو بھی لے جاؤ۔۔ ابھی دن ہی کتنے ہوئے  
تم لوگوں کی شادی کو۔۔۔ ساتھ رہو گے تو ایک دوسرے کو اچھے سے جان سکو گے۔۔"

یہ آواز سکینہ بیگم کی تھی۔۔

"لیکن چچی سائیں یہاں آپ کے ساتھ کون ہو گا۔ آپ تو اکیلی رہ جائیں گی۔"  
زین نے انہیں ٹالنا چاہا تھا۔۔

"میری فکر مت کرو یہاں اتنے لوگ ہیں سارے ملازم ہیں۔ میں بھلا کیسے اکیلی ہوئی۔۔ اور  
ویسے بھی تم وہاں اکیلے ہو جاؤ گے کوئی ساتھ ہو گا تو مجھے تمہاری فکر نہیں ہو گی۔"

وہ زین کو اس کے ساتھ بھیجنے پر بضد تھیں۔۔۔



"ٹھیک ہے جیسے آپ کو صحیح لگے۔"

زین نے بات ختم کی۔۔۔ تبھی کسی کی آواز سب چونکے تھے۔۔۔

"کہاں جانے کی باتیں ہو رہی ہیں؟"

ہانی کہتے ہوئے لاونج میں داخل ہوئی اور زین کے مقابل بیٹھ گئی۔۔۔

"اچھی کہہ رہیں تھیں کہ زین بھائی نرمین بھابھی کو بھی ساتھ لے جائیں اسلام آباد۔"

حنین نے فوراً جواب دیا تھا۔

"ہممم ! اچھی بات ہے۔"

ہانی نے زین کو دیکھتے ہوئے بے دلی سے جواب دیا تھا۔

"آئیٹیا !"

حنین کچھ سوچ کر فوراً پر جوش ہوتے ہوئے بولا۔۔۔۔ جبکہ اس کے اس طرح چلانے پر سب نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے۔۔۔

اب سب اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ وہ اپنی عظیم سوچ سے سب کو آگاہ کرے۔۔۔

"آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں رونک لگ جائے گی۔ ویسے بھی ہم تینوں چلے جائیں گے تو آپ یہاں اکیلی بور ہو جائیں گی۔"

حنین نے خوشی سے اپنی بات بتائی۔ جبکہ اس کی بات سن کے کئی چہروں سے خوشی غائب ہوئی تھی۔۔۔

"وہ یہاں آئی تمہنک زیادہ کمفرٹبل ہے۔"

زین نے فوراً اس کو ساتھ نہ لے جانے کا جواز پیش کیا تھا۔ وہ اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔۔۔ جانتا تھا اگر وہ پاس رہی تو وہ اپنی محبت کا اعتراف کر بیٹھے گا۔۔۔

زیم جو خوش ت کہ وہ اس سے دور جا رہے ہے اس کی خوشی تب ہوا ہوئی جب ہانی نے اپنا فیصلہ سنایا۔۔۔۔

"ہاں کیوں نہیں ویسے بھی تم سب چلے جاؤ گے تو میں اکیلی یہاں کیا کروں گی۔ کب جانا ہے تم لوگوں نے تاکہ میں بھی اپنی تیاری کر لوں۔"

ہانی زین کی غصیلی نگاہوں کو نظر انداز کرتی ہوئی بولی تھی۔۔

جبکہ اس کی بات سن کر زین اور سکینہ بیگم اندر ہی اندر بل کھا کے رہ گئیں۔۔

زین بس غصے اور حیرانگی سے اس کے پل پل بدلتے روپ کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

حنین کا ہانی کی طرف بڑھتا غیر معمولی جھکاؤ نرمین اسلام آباد آنے کے بعد کئی دنوں سے محسوس کر رہی تھی ---

جب کبھی وہ سب ساتھ بیٹھتے تھے تو زین کا ہانی کو بے خود ہو کر دیکھتے جانا نرمین کو اندر تک سلگا دیتا تھا --- اور اپنی یہ کیفیت وہ بہت مشکل سے چھپاتی تھی ----

آج کافی دنوں حنی لان میں اکیلا بیٹھا شام کی چائے پی رہا تھا۔ زین کسی کام سے باہر گیا تھا ---

اس کو اکیلا بیٹھا دیکھ کر ہی نرمین کچھ سوچ کر اس کی طرف آئی تھی --

"حنی تم یہاں اکیلے کیوں بیٹھے ہو۔"

اچانک اپنے پاس نرمین کی آواز سن کر حنین چونکا تھا۔ جبکہ اس کی نظریں نرمین کے بلانے سے پہلے جہاں جمی ہوئی تھیں نرمین نے اس سمت دیکھا۔



لیکن سامنے دیکھتے ہی ایک جلن کا احساس اسے ہوا تھا۔۔۔ ہانی بالکونی میں کھڑی آس پاس سے بے خبر آسمان کو گھورے جا رہی تھی۔۔۔

نرمین سمجھ گئی تھی کہ حنی وہاں اکیلا کیوں بیٹھا ہوا تھا جبکہ حنین مسلسل یہاں وہاں دیکھ رہا تھا تاکہ اس کی چوری پکڑی نہ جائے۔۔۔

"اوہو دیور صاحب تو یہ معاملہ ہے۔"

جانے نرمین کے دماغ میں کیا طل رہا تھا جو وہ اس قدر دوستانہ انداز میں بات کر رہی تھی اور وہ بھی ہانی کی متعلق۔۔۔

"کک کیا ! میں کچھ سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں؟"

حنین ہکلا یا لیکن جلد ہی خود کی حالت پر قابو پایا تاکہ چوری پکڑی نہ جائے۔۔۔ لیکن شاید نہیں جانتا تھا کہ نرمین اس ساری شطرنج کی وہ کھلاڑی بنی بیٹھی ہے جس نے سارا کھیل اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔۔۔

اس بات سے انجان کہ ایک اور ذات بھی ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک کی زندگی کا کھیل ہے۔۔۔۔

"بنو مت حنی۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔ مانا میرا کوئی بھائی نہیں لیکن میں نے تمہیں ہمیشہ اپنا بھائی مانا ہے۔۔۔"

بہت ہی چالاک سے کہا گیا جو حنین کو اس کے لہجے میں چھپی نفرت نہیں دیکھا سکا۔۔۔۔

"بھابھی ایسی تو کوئی بات نہیں اور آپ کس بارے میں بات کر رہی ہیں۔"

حنی پہلے خود ہی بات کر کے پھر ایک دم سے بات موڑ رہا تھا تاکہ نرمین سمجھ ناپائے۔۔۔

"میں نے دیکھا ہے تمہاری آنکھوں میں ہانی کے لیے محبت۔۔۔"

نرین اسے اپنی باتوں میں الجھا رہی تھی۔۔۔

"نہیں مجھے اس سے محبت نہیں ہے۔۔۔ میں بس شاید اسے پسند کرتا ہوں۔۔۔"

حنین نے واضح کرنا چاہا تھا۔ وہ واقعی اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔۔۔ لیکن اسے ہانی اچھی ضرور لگنے لگی تھی۔۔۔

"تو کوئی بات نہیں ابھی اچھی لگتی ہے شادی کے بعد محبت بھی ہو جائے گی۔۔۔"

نرین تو جیسے ٹھان کے بیٹھی تھی کہ ہر حال میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر دم لے گی۔۔۔

"شادی !"

حنین ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کبھی ایسا سوچا نہیں تھا۔۔۔

"ہاں کیوں ساری زندگی ایسے ہی چھپ چھپ کر دیکھنے کا ارادہ ہے --- یا اسے زندگی میں شامل بھی کرنا ہے ---"

نرمین اس کے ذہن سے کھیل رہی تھی اور اپنی سوچ اس کے ذہن میں ڈال رہی تھی ---

"نہیں ایسی بات نہیں ہے لیکن میں نے کبھی اس بارے میں سوچا نہیں ---"

جنین اب تھوڑا بہت اس کی باتوں سے متاثر لگنے لگا تھا ---

"پہلے نہیں سوچا تو اب سوچ لو --- کوئی حرج تو نہیں اس میں --- اور اب میں بھی اپنے بھائی

کا گھر بستے ہوئے دیکھنا چاہتی ہوں ---"

نرمین نے بہت آرام سے اسے اپنا نقطہ سمجھانا چاہا ---

"لیکن !"



اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گیا تھا۔۔

"لیکن کیا !"

نرمین نے فوراً لوکا تھا۔

"پتہ نہیں وہ مانے گی یا نہیں۔"

حنی نے اہنا خدشہ بیان کیا تھا۔

"وہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اپنی بھائی کے لیے اتنا تو کر ہی سکتی ہوں۔۔"

نرمین نے ایک شاطر مسکراہٹ چہرے پر سجائی تھی۔۔

"رٹیلی بھا بھی آپ بہت اچھی ہیں تھینک یو سوچ۔۔۔"

حنی پر جوش ہوتے ہوئے بولا۔۔۔

"ہاں لیکن ایک مسئلہ ہے۔"

نرمین نے اب اگلی چال چلی۔۔۔ جس سے حنی کے چہرے سے ایک دم خوشی غائب ہوئی تھی

---

"اب کیا ہوا؟"

حنی نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"اپنی بھائی سے تم خود بات کرو گے اس بارے میں۔"

نرمین نے اپنی سائیڈ کلتیر کرنی چاہی تاکہ بعد میں اس پر کوئی بات نہ آئے۔۔۔

"ڈونٹ وری بھابھی ! بھائی سے میں بات کر لوں گا۔۔ اور مجھے امید ہے وہ میری بات

ضرور مانیں گے۔۔۔۔"

حنی نے پر امید لہجے میں کہتے ہوئے اس کی تسلی کروائی۔۔

"اچھا تم بیٹھو اب میں چلتی ہوں - کال ہے تھوڑا۔"

یہ کہہ کر نرمین وہاں سے چلی گئی اور اب وہ وہاں رکتی بھی کیوں اپنا کام تو وہ کر چکی تھی۔۔

اب بس نتیجے کا انتظار تھا۔



آج اتوار کا دن تھا۔۔ زین اور حنی دونوں گھر پر ہی تھے۔۔

حنین صبح سے زین سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن ہر بار جھجک جاتا۔۔۔ زین اس کی حرکتوں کو صبح سے ہی نوٹ کر رہا تھا۔۔۔

زین اچھی طرح جانتا تھا کہ جب بھی اسے کوئی بات منوانی ہوتی تو وہ یونہی بے چین ہوتا رہتا

----

نزمین شلپنگ کے لیے گئی ہوئی تھی -- ہانی بھی اپنے کمرے میں ہی تھی --

"کیا بات ہی حنی کچھ کہنا ہے تمہیں کیا؟"

زین کب سے اس کی الٹی سیدھی حرکتیں دیکھ دیکھ کر تنگ آ گیا تھا اس کیے پوچھ بیٹھا --  
لیکن اس کا یہ پوچھنا اسی پر بھاری پڑنے والا تھا -

"آہاں ! نہیں کچھ نہیں -"

حنی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ بات کیسے کرے ---

"ادھر آؤ اور مجھے بتاؤ کہ کیا بات میرے بھائی کو پریشان کر رہی ہے ---"



زین نے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔۔

"بھائی وہ مجھے کہنا تھا۔۔۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کیسے کہوں۔"

حنین اس کے پاس اس کے قدموں میں بیٹھ بات کرنے کی جوشش کر رہا تھا۔۔۔

"حنی یار اب کہہ بھی چکو۔۔ کیوں خواہ مخواہ ڈرامہ کریٹ کر رہے ہو۔"

اب کی بار زین نے کچھ جھنجلا کر کہا تھا۔۔۔

"وہ بھائی میں نے لڑکی پسند کر لی ہے۔"

بہت مشکل کے بعد حنی صرف اتنا ہی کہہ سکا۔۔۔

"کیا! ! کب ہوا یہ کون ہے وہ مجھے بھی بتاؤ۔ آخر کس کی قسمت پھوڑنے والے ہو۔"

زین نے خوش ہوتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔۔

"فار گاڈ سیک بھائی --- اب ایسی بھی بات نہیں -- ہاں مجھ سے شادی کر کے اس کی قسمت ضرور سنور جائے گی۔"

حنی کو زین کا مزاق بنانا اچھا نہیں لگا تھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اپنا دفاع کرتے ہوئے اس نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا ---

"اچھا چلو اب بتاؤ شاباش کون ہے کہاں رہتی ہے نام کیا ہے اس کا؟"

زین نے ایک ساتھ ہی کئی سوال کر ڈالے تھے ---

"حوصلہ بھائی حوصلہ بتا رہا ہوں ---"

حنی نے اس کے اتنے سارے سوالوں سے گھبرا کر کہا --- مبادہ اگر اس نے زین کو چپ نہ کروایا تو اور نہ جانے کتنے سوال پوچھ بیٹھے ---

جبکہ اس بار زین خاموش ہی رہا تاکہ وہ اپنی بات پوری کر سکے۔۔۔۔

"ہانی ! ہے وہ"

حنین نے ایک گہرا سانس بھر کے آخر کار نام بتا دیا۔۔۔۔ جبکہ اس کا نام سنتے ہی زین کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ غصے سے اس کی رگیں تن گئی تھیں۔۔۔

وہ یکدم غصے سے کھڑا ہوا تھا۔ اسے کھڑا ہوتے دیکھ حنی بھی فوراً کھڑا ہوا تھا۔۔۔

"بھائی میں اسے پسند کرتا ہوں اور شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔"

حنی نے اس کے تاثرات کو نہ سمجھتے ہوئے مزید کہا تھا۔۔۔

سامنے کھڑے حنین کی بات سن کے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"حنی !"

وہ غصے سے دھاڑا تھا۔ اور اپنا اٹھتا ہاتھ روکا تھا۔

"میں آج پہلی اور آخری بار تمہارے منہ سے یہ بات سُن رہا ہوں۔ آئندہ تمہارے منہ سے یہ بات نہ سنوں۔"

وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا تھا۔

حنین صدمے سے اپنے بڑے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ جس بھائی نے آج تک اس سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی آج وہ اس پر ہاتھ اٹھانے والا تھا۔

"لیکن بھائی۔۔"

حنین نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ جب زین نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کچھ بھی کہنے سے روکا تھا۔

"تمہارے لئے اتنا جاننا ہی ضروری ہے کہ وہ میرے نکاح میں ہے۔"

وہ غصے میں کہتا اب اس کو ڈھونڈنے جا رہا تھا جو اس کے غصے کی اصل وجہ تھی۔۔۔۔

جبکہ اپنے پیچھے کھڑے حنین کے سر پر گویا کوئی دھماکہ کر گیا ہو۔



زین غصے میں سیڑھیاں چڑھتا اوپر کمرے میں آیا تھا۔



"ہانی !"

اس نے چیختے ہوئے اسے پکارا۔ لیکن کوئی جواب نہ پا کر اس کا غصہ مزید بڑھا تھا۔

وہ مرنے ہی والا تھا جب اس کی نظر ٹیرس کے کھلے دروازے پر پڑی۔

"تمہیں میری آواز نہیں آتی کیا؟"

وہ غصے میں اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا اور گھور کے اسے دیکھا۔

وہ پر سکون سی واپس پلٹی۔ ان سب چیزوں کی اسے عادت ہو چکی تھی۔

لیکن آج اس کی آنکھوں میں دیکھ کر وہ خوفزدہ ہوئی تھی۔ آج اس کی آنکھوں میں کچھ الگ ہی تھا جو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"اندر چلو۔"

وہ اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے بیڈروم میں لایا۔ اندر آتے ہی اس نے جھٹکے سے ہانی کو دھکا دیا تھا۔

ہانی اپنا توازن برقرار نہ رکھ پائی اور سامنے پڑے ٹیبل کے کونے سے اس کا سر ٹکرایا تھا۔ خون کے چند قطرے اس کے ماتھے سے پھسل کر گال تک آ گئے تھے۔۔۔۔

زین پھر سے اس کی جانب بڑھا اور بالوں سے پکڑ کر اسے فرش سے اٹھایا۔ وہ اس کی سخت پکڑ میں بلبلا کر رہ گئی۔

"بہت شوق ہے نہ تمہیں مردوں کو اپنی جانب راغب کرنے کا۔ تو آج دیکھو میں تمہارا یہ شوق بھی پورا کرتا ہوں۔"

وہ جنونی انداز میں چلایا تھا۔

جبکہ اس کی بات سن کر ہانی کی آنکھیں خوف سے پھیلی تھیں۔

زین نے اس کا دوپٹہ کھینچ کر دور پھینکا اور اسے زور سے بیڈ پر دھکا دیا۔

"نن نہیں ! پلیز رک جاؤ۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ پلیز۔۔۔۔۔"

وہ اس کی منتیں کر رہی تھی۔

لیکن زین تو جیسے اس کی سن ہی نہیں رہا تھا۔ آنکھوں میں بے حد نفرت لیے وہ اس کی جانب بڑھا چلا جا رہا تھا۔

وہ روئی گرگڑائی مگر مقابل پر اس کی چیخ و پکار کا کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ اور وہ بس اس کی ذات کو  
روند گیا تھا۔

ہوش میں آیا تو تنفر سے اسے دور ہوا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔۔۔۔

ہانی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اس طرح اس کی ذات کی دھجیاں بکھیر کے رکھ دے  
گا۔۔۔۔

اسے اس وقت زین سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ خود کو بامشکل گھسیٹتے ہوئے بیڈ  
سے اتری اور واش روم میں جا کر دروازہ بند کر کے اپنے ساتھ ہوئے ظلم پر آنسو بہانے  
لگی۔۔۔۔



زین تیزی سے باہر نکلا تھا۔ گاڑی سٹارٹ کر کے اپنے اندر کا انتشار کم کرنے کے لیے باہر نکل گیا۔۔۔۔

رات گیارہ بجے تک وہ ایک کیفے میں بیٹھا بس کسی طرح اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔۔۔۔

جب کیفے کے مالک نے اسے کیفے بند کرنے کا کہا تو وہ وہاں سے گھر جانے کے لیے اٹھا تھا۔۔۔۔ اور اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔۔ وہ غصے میں کچھ زیادہ ہی کر گیا تھا۔۔۔۔

اس کا ارادہ اب گھر جا کر بانی سے معافی مانگنے کا تھا۔۔۔۔



زین ابھی گھر سے کچھ ہی فاصلے سے تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا۔۔۔

زین نے بریک لگا کر فون اٹھا کر دیکھا تو ہاسپیٹل سے کال آرہی تھی۔۔۔ اس نے فوراً کال دیسیو کی تھی۔۔۔

"ہیلو !"

زین کال اٹھا کر کہا جبکہ دوسری طرف شاید کوئی ڈاکٹر یا اس کا اسٹنٹ تھا۔

"آپ مسٹر زین بات کر رہے ہیں کیا؟"

فون اٹھاتے دوسری جانب سے پوچھا گیا تھا۔۔

"جی میں زین ہوں۔۔ خیریت؟"

زین نے پریشانی سے پوچھا تھا۔۔

"جی سجاو صاحب غالباً آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ آپ جلد از جلد ہاسپٹل پہنچیں۔۔"

دوسری طرف سے کہہ کر فوراً کال کاٹ دی گئی۔۔

زین نے فون واپس ڈیش بورڈ پر رکھا اور پریشانی سے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر خود کو کمپوز کرنے لگا۔۔۔۔

اب گھر جانے کی بجائے وہ سیدھا ہاسپٹل جا رہا تھا۔۔۔

"جی ڈاکٹر کیا ہوا ہے چچا سائیں کو؟"

ہاسپٹل پہنچتے ہی زین نے سجاو کے سپیشلسٹ کے کیمبن میں جا کر جلدی میں پوچھا تھا

---

"جی آپ سجاول کے ساتھ ہیں؟"

ڈاکٹر نے زین کو دیکھ کر سوال کیا کیونکہ آدھا گھنٹہ پہلے سجاول کی طبیعت خراب ہونے پر  
ڈاکٹر نے کال کر کے اسے بلوایا تھا۔۔۔

"جی ہاں۔"

زین نے مختصر سا جواب دیا۔۔۔

"پیشنت کی حالت کریٹیکل ہو گئی تھی۔۔ انہیں سانس لینے میں کافی مسئلہ ہو رہا تھا۔۔ ابھی  
انہیں آئی سی یو میں رکھا گیا ہے۔۔۔ کچھ کہہ نہیں سکتے اکثر ایسی حالت کے بعد پیشنت کا تو  
پوری طرح سے ٹھیک ہو جاتے ہیں یا پھر۔۔۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں  
؟"

ڈاکٹر نے سجاول کی حالت تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔۔۔

"جی میں سمجھ گیا۔۔ کیا ابھی میں ان سے مل سکتا ہوں؟"

زین نے پریشانی دے پوچھا۔۔

"ابھی تو ان سے نہیں ملا جا سکتا جب تک ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی۔۔"

ڈاکٹر نے کوئی بھی بات چھپانا مناسب نہ سمجھا۔۔

ساری رات زین ہاسپٹل میں ہی رہا تھا۔۔۔ صبح ہوتے ہی جب اس خبر ملی کہ سجاد کو روم میں شفٹ کیا جا رہا ہے لیکن وہ کوما سے باہر نہیں آیا تو زین واپس گھر چلا گیا۔۔۔

اس نے سکینہ بیگم یا نرمین کو کچھ نہیں بتایا تھا تاکہ وہ پریشان نہ ہو جائیں۔۔۔۔





زین نزنس کے کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا شام تک اس کی واپسی  
تھی۔۔۔

یہی بات تھی جس وجہ سے آج ہانی ہفتے بعد باہر آئی تھی ورنہ تو زین کی موجودگی کی وجہ سے  
اس نے باہر نکلنا بھی چھوڑ دیا تھا۔

وہ اس ڈرتی نہیں تھی۔ لیکن وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ تاکہ اسے دیکھ کر روح پر  
لگے زخم دوبارہ تازہ نہ ہو جائیں۔۔۔

بہت مشکلوں سے اس نے خود کو سنبھالا تھا۔۔۔

اس کا دل نوڈلز کھانے کا ہو رہا تھا اس لیے بنانے کچن میں آ گئی تھی۔۔۔ دو دن سے اسے  
کمزوری سے محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

حنی پانی پینے کچن میں آیا تھا جب اس کی نظر ہانی پر گئی۔۔ بنا کوئی بات کیے ہی پانی پی کر  
پلٹا جب کچھ گرنے کی آواز پر پلٹا۔۔۔

مڑ کر دیکھا تو ہانی فرش پر بیہوش پڑی تھی۔۔ حنی ایک دم گھبرا گیا۔۔۔

"ہانی ! ہانی اٹھو پلیز۔۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔ پلیز آنکھیں کھولو۔۔۔"

وہ گھبراتا اس کے قریب آیا تھا اور اب اس کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے اونچا اونچا بول رہا تھا۔۔۔

اس کی آوازیں سن کر نرمین فوراً وہاں دوڑتی ہوئی آئی۔۔۔

"کیا ہوا حنی کیوں شور کر رہے ہو؟"

وہ کچن میں باہر سے ہی اندر آتے ہوئے بولی تھی جب سامنے پڑی ہانی کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی ---

"اسے کیا ہوا ہے؟"

وہ قریب آتے ہوئے بولی تھی --

"پتہ نہیں میں تو پانی پینے آیا تھا واپس جانے لگا تو دیکھا بے ہوش پڑی تھی -"

حنی نے جلدی سے ساری تفصیل بتائی ---

"ٹھیک ہے تم اس روم تک لے کر جاؤ میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں -"

نرمین نے جلدی سے صلاح دی -

"ٹھیک ہے -"

حنی کہتے ہی فوراً ہانی کو اٹھا کر کمرے میں لے جانے لگا جب نزمین نے نہایت چالاکي سے اس کی تصویر بنالی تھی ---

کچھ دیر بعد ڈاکٹر آیا اور ہانی کا چیک اپ کیا ---

"آپ ان کے کیا لگتے ہیں؟"

ڈاکٹر نے حنین سے سوال کیا ---

"بھاا ! بھا بھی ہیں میری ---"

حنی کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہہ کر تعارف کروائے ۔

"ان کے ہسپینڈ کہاں ہیں؟"



ڈاکٹر نے اگلا سوال کیا تھا۔ جب حنی نے نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھا آخر اتنے سوال کیوں کر رہا ہے ڈاکٹر حنی نے خود ہی سوچتے ہوئے ڈاکٹر کو دیکھا۔۔۔

"جی وہ گھر پر نہیں ہیں شام تک آجائیں گے۔"

حنین نے جواب دیا۔۔۔

"ایکچوٹی یہ بات تو مجھے ان سے کرنی چاہیے تھی لیکن وہ ہیں نہیں تو آپ سے کہہ رہا ہوں۔۔۔"

شی از ایکسپیکٹنگ۔۔۔"

ڈاکٹر نے اپنی بات ابھی مکمل نہ کی تھی۔ جب حنین چلایا تھا۔۔۔

"کیا! سچ! "

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس بات پر خوش ہو یا اداس۔۔۔

"جی لیکن انہیں بہت ویکنئیس ہے ان کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھا جائے۔۔۔۔"

ڈاکٹر نے اپنی بات مکمل کی جب باہر کھڑی نرمین کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔۔۔۔

وہ غصے میں اپنے کمرے میں آئی تھی اور اب کوئی نمبر ملا رہی تھی۔۔۔

"اب میں چلتا ہوں مجھے اجازت !"

ڈاکٹر نے مسکرا کر اجازت چاہی اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔۔۔ جسے حنین نے مسکرا کر تھاما  
تھا۔۔



"اماں میں کہہ رہی ہوں میں اس لڑکی کو جان سے مار دوں گی۔۔۔۔"

نرمین غصے سے پاگل ہوتی ہوئی فون پر چلائی تھی۔۔ اس کے چلانے کی آواز سن کر حنین کے

قدم رکے تھے۔۔۔

وہ ابھی دروازہ کھول کر اس کے چیخنے کی وجہ پوچھنے والا تھا۔ جب پھر سے نرمین کی آواز سن کر ٹھٹھکا تھا۔

"اماں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے پہلے زین کو وارث دے۔۔۔۔۔ بلکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ کبھی اسے وارث دے۔۔۔ میں ایسا ہونے ہی نہیں دوں گی۔"

وہ اپنی دھن میں لگن اپنے اندر کا زہر اگل رہی تھی اس بات سے انجان کہ کوئی اور بھی سن رہو ہے۔۔۔۔۔"

دوسری جانب سے نہ جانے کیا کہا گیا جب وہ دوبارہ بولی۔۔۔۔۔

"آپ فکر نہ کریں ایسا پکا کام کروں گی کہ کسی کو بھنک تک نہیں پے گی۔۔۔۔۔ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔۔۔۔۔"

نہایت سفاکیت سے کہتی وہ ہسی تھی -- حنین سے مزید وہاں نہ رکا گیا اس لیے فوراً وہاں سے  
چلا گیا۔۔۔



ہانی کو ہوش آیا تو نرمین کو اپنے قریب ہی بیٹھے دیکھ کر فوراً سیدھی ہوئی تھی۔۔۔

"ارے کیا ہو گیا؟ سوتن ہی ہوں تمہاری کوئی بلا نہیں۔"

نرمین مسکراتے ہوئے ہانی سے کہہ رہی تھی جبکہ ہانی اس کے اس قدر میٹھے لہجے کو دیکھ کر  
حیران رہ گئی۔۔۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

ہانی نے اپنی حیرت چھپاتے ہوئے کہا تھا جبکہ نرمین اس کی حیرانگی پہلے ہی بھانپ گئی تھی۔۔



"میں تو بس تمہیں مبارکباد دینے آئی تھی۔"

نزمین نے عجیب سے انداز میں کہا تھا۔۔

"کس بات کی مبارکباد؟"

ہانی کو اب تک اسکی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔۔۔

"ارے تم آخر ہمیں وارث جو دینے جا رہی ہو۔"

نزمین نے آسان لفظوں میں اسے سمجھایا۔۔۔

"کیااااا؟"

ہانی حیرت سے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ جبکہ اب نزمین اسے اسی حیرت میں چھوڑے اٹھ کر چلی گئی اور ہانی نا جانے کتنی دیر اسی کیفیت میں بیٹھی رہی تھی۔۔۔



زین کو واپس آنے میں کافی دیر ہو گئی تھی --- اس لیے حنین سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا

---

وہ سیدھا اپنے روم میں گیا تھا۔ موبائل اور والٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر خود فریش ہونے چلا گیا۔۔۔

فریش ہو کر باہر نکلا ے و موبائل پر کسی انجان نمبر سے کافی میسجز آئے ہوئے تھے ---

زین نے یہ سوچتے ہوئے موبائل اٹھایا کہ شاید ہاسپیٹل سے آئے ہوں۔۔۔ لیکن جوں ہی سکرین آن ہوئی۔۔

غصے سے اس نے مٹھیاں بھیج لیں۔۔۔ آنکھیں ضبط سے سرخ ہونے لگیں۔۔۔ اور دماغ کی  
رگیں تن گئیں۔۔۔

کچھ دیر یہاں وہاں ٹہلتا خود کو کمپوز کرنے لگا پھر موبائل نیڈ پر پھینک کر غصے میں کمرے  
سے نکل گیا۔۔۔



حنین کا سوچ سوچ کر دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔۔۔ کتنا بڑا دھوکہ کیا گیا تھا اس کے ساتھ۔۔۔

لیکن اب وہ ایک فیصلہ کر کے اٹھا اور ہانی کے کمرے کی جانب چلا گیا۔۔۔



ہانی یہ خبر سننے کے بعد نا جانے کتنی دیر یونہی بیٹھی رہی -- اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس خبر پر خوش ہو یا اپنی قسمت پر ماتم کرے کہ کس وقت اور کن حالات میں اسے یہ خبر ملی۔۔۔۔

جانے کتنا وقت ہو گیا تھا اسے روتے ہوئے۔۔۔۔۔

جب وہ رو کر تھک گئی تو خود ہی اپنے آنسوؤں سے رگڑ کر صاف کر ڈالے اور اُٹھ کے واش روم کی جانب چل پڑی۔ منہ دھو کر باہر آئی تب ہی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ رات کے اس پہر کون ہو سکتا تھا ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ کسی نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔

آنے والے کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ کچھ سمجھ ہی نہ پائی لیکن جلد ہی اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے وہ تقریباً چلائی۔



"تم ! ---- یہاں اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

جس سے آنے والا گھبرا گیا اور تیزی سے اُس کی جانب لپکا اور اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے چلانے سے باز رکھا۔

"ششش آہستہ کوئی سُن لے گا۔ میں یہاں صرف آپ سے ایک بار بات کرنے آیا ہوں۔"

"لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی" وہ رُخ موڑتے ہوئے بولی۔

"پلیز ایک بار مجھے موقع تو دے کر دیکھیں۔ میں آپ کے ہر غم کا مداوا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ یہاں رہیں تو یہ لوگ آپ کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں ---" اُس کی بات ادھوری رہ گئی کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔-----

زین کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ دونوں ہی گھبرائے تھے۔---

ہانی ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی ---

"بھائی میری بات سنیں--- آپ جیسا سمجھ رہے ہیں ویسا کچھ --"

بات حنین کے منہ میں ہی رہ گئی -- جب ایک زناٹے دار تمپھڑ حنین کے چہرے پر پڑا جو اس  
چپ کروا گیا تھا ---

اب زین غصے سے ہانی کی طرف بڑھا تھا اور ایک ہی جست میں اسے دیوار کے ساتھ لگا کر اس  
کا گلا دبانا چاہا ---

جب نرمین کی چیخ پر پلٹا ---

"زین ! زین جلدی چلو وہ وہ ! ! بابا وہ زین ---"

نرمین کی حالت ایسی تھی کہ وہ کچھ کہہ بھی نہ پا رہی تھی جب زین ہانی کو چھوڑتا فوراً نرمین کی طرف آیا۔۔۔

نرمین کافی دنوں سے زین سے بات کرنا چاہتی تھی۔ لیکن جب بھی وہ اسے کچھ بتانے کی کوشش کرتی سکینہ بیگم ہمیشہ زین کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگا دیتیں۔۔۔۔ اور نرمین چاہ کر بھی اسے کچھ نہ بتا پاتی۔۔۔۔

نرمین کو گھر شفٹ ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔۔۔ زین معمول کے مطابق آفس جاتا اور واپسی پر نرمین کا حال پوچھ کر اپنے روم میں چلا جاتا۔۔۔

نزمین سکینہ بیگم کے ساتھ رہ رہی تھی کیونکہ اسکی دیکھ بھال کے لیے ہر وقت کوئی نہ کوئی اس کے ساتھ رہنا چاہیے تھا اور اب وہ چل بھی نہیں سکتی تھی ----

نزمین کو اکثر عجیب سے دورے پڑنے لگے تھے وہ اپنے پاس سائیڈ ٹیبل سے چیزیں اٹھا کر پختی

چختی چلاتی --- زین جب بھی اس بارے میں پوچھتا سکینہ بیگم اسے یہ کہہ کر ٹال دیتیں ---

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اتنے بڑے حادثے کو قبول نہیں کر پارہی ---"

اور زین بس چپ کر جاتا تھا -- ہانی کو اس نے بہت ڈھونڈا لیکن وہ اسے نہ ملی اور نہ شاید ملنا

تھا۔





"سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا ہے آپ ہیں میری اس حالت کی ذمہ دار۔"

آج پھر شاید نرین کو دورا پڑا تھا۔۔۔ جبھی چیزیں ٹوٹنے کی آواز سن کر زین بھاگتا ہوا ادھر آیا لیکن اندر سے آتی آواز نے اس کے قدم وہیں پر روک دیے تھے۔۔۔

"بس کر دو نرین اور کتنا ستاؤ گی۔۔۔ میں نے یہ سب تمہاری بھلائی کے لیے کیا تھا۔۔۔"

سکینہ بیگم کی بے بس سی آواز آئی۔۔۔

"بھلائی !"

نرین نے طنزیہ اس لفظ کو دہرایا۔۔۔۔۔

"ہو گئی بھلائی۔۔۔ مل گیا سکون۔۔۔ اب تو خوش ہیں نا آپ جو آپ کو چاہیے تھا سب ہے نا اب آپ کے پاس۔۔۔ تو یہ جھوٹے آنسو کیوں بہا رہی ہیں۔۔۔ سب ختم کر دیا آپ نے۔۔۔ ارے آپ نے تو کبھی یہ بھی نہ سوچا کہ جو کر رہی ہیں پلٹ کر آپ کی اولاد پر بھی آسکتا ہے

تباہ کر دی ہے آپ نے میری زندگی --- آپ جیسی ماں تو کسی دشمن کو بھی نہ ملے ---"

نرمین اپنا آپا کھوئے جانے اور بھی کیا کیا کہنے والی تھی - جب زین سے مزید برداشت نہ ہوا اور جھٹکے سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر آیا --

"نرمین !"

زین غصے سے دھاڑا تھا --- اس کی آواز سن کر جہاں نرمین حیران ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگی --- وہیں سکینہ بیگم کے چہرے کا رنگ اڑا کہ کہیں زین کو سب پتہ تو نہیں چل گیا ---

"یہ کیا طریقہ ہے اپنی ماں سے بات کرنے کا ---"

زین مء درشتگی سے سوال کیا تھا۔

"زین تم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے --- اس لیے ایسا کہہ رہے ہو یہ -- یہ سب ڈیزو نہیں کرتیں --"

نرمین اسے اپنی بات سمجھانا چاہ رہی تھی -- اب کی بار سکینہ بیگم نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی --

وہ خود بھی تھک گئی تھیں یہ جھوٹ کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے --- اور سب سے بڑھ کر اب نرمین کی نفرت نہیں برداشت ہو رہی تھی ان سے ---

"بس کر دو نرمین میں کچھ جاننا بھی نہیں چاہتا --- تم ابھی چچی سے معافی مانگو --- اور آئندہ میں تمہیں ان سے ایسے بات کرتے ہوئے نہ دیکھوں --"

زین نے انگلی اٹھا کر وارنگ دینے والے انداز میں کہا تھا --

"لیکن زین ---"

نرمین نے کچھ کہنا چاہا جب زین نے اسے روک دیا --

"بس ان اور نہیں مجھے تمہاری مزید کوئی فالتو بات نہیں سننی۔۔۔ لگتا ہے چوٹ تمہارے دماغ پر لگ گئی ہے۔۔۔"

زین کہتے ہوئے پلٹنے لگا تھا۔

"یہ تمہارے ماں باپ کی قاتل ہیں۔۔۔"

اس سے پہلے کو واپس چلا جاتا اور ہر بار کی طرح نرمین یہ بوجھ اپنے قندھوں پر اٹھائے رکھتی۔۔۔ اسے روکنے کے لیے وہ چلائی تھی۔۔۔

نرمین لی آواز سن کر زین کے بڑھتے قدم رکے تھے۔۔۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔ وہیہ خود سا اس کی طرف رخ کیے آنکھوں میں ڈھیروں سوال لیے کھڑا تھا۔۔۔



"کک کیا کہا تم نے۔۔۔"

بہت دیر بعد جب وہ بولنے کے قابل ہوا تو اس کمرے میں موجود موت سے سنائے کو توڑتا ہوا  
بولا۔۔۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں زین۔۔۔ میں یہ بوجھ اپنے ساتھ لے کر نہیں مرنا  
چاہتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اور پھر ایک ایک کر کے وہ اسے ساری حقیقت بتاتی چلی گئی۔۔۔

زین ششدر سا کھڑا وہ سب سنتا گیا۔۔۔ اسے لگا وہ اتنی بڑی سچائی سن کر اپنی جگہ سے ہل  
بھی نہیں پائے گا۔۔۔۔

لیکن ایسا کہاں ہوتا ہے ساری سچائیاں جان کر بھی انسان زندہ رہتا ہے۔۔۔ وہ بھی زندہ تھا۔  
اب اس کے قدم نرمین کی طرف بڑھے تھے۔۔۔

ایک آواز سے کمرے کا سکوت ٹوٹا تھا۔۔۔ زمین اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے نظر جھکا گئی تھی۔۔۔ اس کا احتجاج کرنا بنتا بھی نہیں تھا۔ اس کے ماں باپ نے ہمیشی اسے پیسے کی حوس سکھائی تھی۔۔۔ رشتوں کی اہمیت اور قدر کرنا تو اسے سکھایا ہی نہیں گیا تھا۔۔۔ نتیجہ آج سکینہ بیگم کے سامنے تھا۔

کچھ نہیں بچا تھا ان کے پاس جس بیٹی کے کیے ساری زندگی دوسروں کو روندتے آئیں تھیں وہ بیٹی آج خود موت کی دہلیز پر کھڑی بس بلاوے کو انتظار کر رہی تھی۔۔۔

"آپ زمین کو لے کر آج ہی حویلی واپس چلی جائیں۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگوں کو دیکھ کر میں اپنے ہوش کھو بیٹھوں۔۔۔ اور اپنے رشتوں کا لحاظ بھول جاؤں۔۔۔"

اپنا فیصلہ سنا کر وہ رکا نہیں تھا۔ سکینہ بیگم شرمندگی سے معافی تک نہ مانگ سکی تھیں۔۔۔۔



نرمین نے کوئی احتجاج نہیں کیا تھا۔ اور خاموشی سے اپنے حصے کی سزا کاٹنے لگی۔۔۔

کچھ عرصے بعد زین کو نرمین کی ڈیپتھ کی خبر ملی تھی وہ جیسی بھی تھی اس کی بیوی تھی اور زین کو دل سے نرمین کے جانے کا غم تھا۔۔۔

سکینہ بیگم اتنا بڑا صدمہ برداشت نہیں کر پائیں تھیں۔۔۔ ان شدید صہ پہنچا تھا اور وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھیں۔۔۔

کئی بار وہ اپنے آس پاس موجود لوگوں کو نقصان پہنچا چکی تھیں۔۔۔ اس لیے انہیں پاگل خانے بھیج دیا گیا تھا۔۔۔

اس سب کے بعد زین کبھی پلٹ کر حویلی نہیں گیا تھا۔۔۔ ہانی کا یوں چھوڑ جانا بہت تکلیف  
دہ تھا۔ اور حقیقت جاننے کے بعد تو اس تکلیف میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔۔۔

وہ بالکل اکیلا رہ گیا تھا اور اس میں آدھے سے زیادہ قصور اس کا اپنا تھا۔۔۔

حنین نے کبھی پلٹ کر نہ دیکھا تھا۔۔۔ اظہار صاحب اور ان کی فیملی کا بھی کسی کو کچھ پتہ  
نہ چلا تھا۔۔۔

ہانی ایک کمپنی میں جاب کرنے لگی تھی۔۔۔ اپنے بیٹے کے ساتھ اپنی چھوٹی سی دنیا میں وہ  
بہت خوش تھی۔۔۔ زین کے پاس سے آئے اس پانچ سال ہو چکے تھے۔۔۔

زندگی معمول کے مطابق گزر رہی تھی۔۔۔ جب اس ایک دن اس کی زندگی میں پھر سے سب کچھ  
بدل گیا تھا۔۔۔۔





"پانچ سال بعد"

ہانی آفس روٹین میں کافی بڑی رہتی تھی ---- آج وہ اپنے بیٹے کے ساتھ باہر آئی تھی تاکہ  
اسے گھما سکے اور شاپنگ کروا سکے ----

مال میں ایک جگہ سے اپنے بیٹے کے لیے کپڑے خرید رہی تھی جب وہ چپکے سے اس کی نظروں  
سے چھپتا دکان سے باہر نکل گیا تھا ----

تھوڑا ہی آگے گیا تھا جب اکیلا محسوس کر کے اپنی ماں کو ڈھونڈنے لگا --- اسے یاد نہ رہا تھا  
کہ وہ کہاں سے نکل کر آیا تھا ----

اب جب ارد گرد ہانی کو نہ دیکھا تو رونے لگا۔۔۔۔ جب اس کو روتے دیکھ ایک آدمی اس کے پاس آگیا۔۔۔۔

"کیا ہوا بیٹا کیوں رو رہے ہو۔۔"

استخص نے بہت پیار سے پوچھا تھا۔۔

"میری ماما دم دئی (گم گئی) ہیں۔۔۔"

اس بچے نے بہت معصومیت سے روتے ہوئے سارا الزام اپنی ماں کے سر ڈال دیا جیسے وہ اسے چھوڑ کے کہیں چلی گئی ہو۔۔۔۔

"کیسے گم گئی آپ کی ماما؟"

اس بچے کی بات سن کر اس شخص کو وہ بہت اپنا اپنا سا لگا۔۔۔ اس کا دل کیا وہ وہیں بیٹھ کر اس سے باتیں کرتا رہے۔۔۔ اور اب وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔۔۔۔

"پتہ نہیں میرے ساتھ آئیں تھیں --- لیکن میرا ہاتھ چھوڑ (چھوڑ) دیا اور دم (گم) گئیں  
--"

اس بچے نے جواب میں پھر قصوروار ماں کو ٹھرایا۔۔۔

"اوہو ! مطلب آپ کی ماما بہت لاپرواہ ہیں --"

اب اس شخص کو اس کی باتیں سن کر مزہ آنے لگا۔۔۔ تب ہی مزید بولا۔۔۔

ہانی جیسے ہی پلٹی تو اس وہ کہیں نظر نہ آیا۔۔۔۔ اس کے تو ہاتھ پیر پھولنے لگے تھے۔۔۔ اس  
کی جینے کا وہ واحد سہارا تھا۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو !

اس سے آگے تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔۔ پریشانی میں یہاں سے وہاں وہ اسے ڈھونڈتی  
پھر رہی تھی۔۔۔ راستے میں گزرتے کئی لوگوں سے اس نے اپنے بیٹے کا پوچھا لیکن ہر کوئی یہ  
کہہ کر گزر جاتا کہ انہیں نہیں پتہ۔۔۔

وہ اسی پریشانی میں اسے ڈھونڈے جا رہی تھی جب اسے وہ سامنے کسی سے باتیں بہارتے ہوئے دکھائی دیا۔۔۔۔

اس کو دیکھ کر ہانی کو اپنی سانس بحال ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔۔ لیکن پھر اس کا یوں اچانک دکان سے نکل کر یہاں آ جانا اسے غصہ دلا گیا تھا۔۔۔۔ وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھی تھی۔۔۔۔

جبکہ سامنے بیٹھے انسان کی اس کہ طرف پیٹھ تھی تبھی وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ پائی تھی۔۔۔۔

"ہادی تم چلو آج گھر میں تمہیں سیدھا کرتی ہوں۔۔۔"

ہانی غصے سے اس کی جانب بڑھی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے چلنے لگی جب نظر سامنے بیٹھے شخص پر پڑی تو قدم اٹھنے سے انکاری ہو گئے۔۔۔۔



دونوں ہی ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے جبکہ ہانی کا اتنی جلدی خوف کو ڈھونڈنے پر ہادی منہ کے زاویے بگاڑنے میں لگا ہوا تھا۔۔۔

"ہانی !"

کچھ دیر بعد شاک سے نکلتے ہوئے زین کے منہ سے صرف اس کا نام ہی ادا ہوا۔۔۔

جبکہ دوسری طرف اب ہانی بھی خود کو سنبھال چکی تھی۔۔۔

"ہانی نہیں ! نہیں حمہ !"

"حمہ اظہار نام ہے میرا مسٹر زین شاہ۔۔۔"

ہانی نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

"ہانی تمہیں پتا ہے میں نے تمہیں۔۔۔"

باقی کی بات زین کے منہ میں ہی رہ گئی تھی جب ہانی غصے سے چلا اٹھی تھی ----

"مت لو میرا نام اپنی زبان سے --- مر گئی ہے ہانی اب تمہارے سامنے صرف حمزہ کھڑی ہے  
ہادی کا ماں !"

اس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر زین کو غصہ نہیں آیا تھا --- بلکہ اسے ایک خوشگوار حیرت  
ہوئی تھی یہ جان کر کہ ہادی اس کا بیٹا ہے ----

"یہ ہمارا بیٹا ہے؟"

زین خوشی سے پوچھ رہا تھا جبکہ غصے کی شدت سے ہانی کا وجود ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا ---

اس سے قبل وہ کچھ اور کہہ پاتا --- ہانی کے چیخنے کی وجہ سے آہستہ لوگ ان کے گرد اکٹھے  
ہونے لگے تھے ---

اس لیے ہانی ہادی کا ہاتھ پکڑے فوراً وہاں سے نکلی تھی جبکہ زین نے ابھی اس کا پیچھا نہیں کیا تھا۔

وجہ ایک تو لوگوں کا مشکوک انداز میں دیکھنا تھا۔ دوسرا اب جب اسے پتہ چل گیا تھا کہ ہانی اسی شہر میں رہتی ہے تو اس کے لیے ہانی کا پتہ نکلوانا کوئی مشکل کام نہ تھا۔۔۔

اور ایسا ہی ہوا تھا۔۔۔ دو دن بعد وہاں کے گھر میں موجود تھا۔۔۔

اور اس کو اپنے ساتھ واپس آنے پر مجبور کر چکا تھا۔۔۔ بس اب اگر وہ اسے معاف کر دیتی تو اس کی زندگی مکمل ہو جاتی۔۔۔۔۔



ہانی کو یہاں آئے کافی دن ہو گئے تھے --- جس دن سے اس نے شاہ کو معافی مانگنے کے باوجود معاف نہیں کیا تھا۔ تب سے شاہ نے اس کے سامنے آنا کم کر دیا تھا۔

اور اسی بات سے ہانی کو مزید غصہ آنے لگا تھا۔ اس کے خیال میں کم سے کم ایک بار اور تو اسے معافی مانگنی چاہئے تھی --- لیکن یہ شاید اس کی خوش فہمیاں تھیں ---

ابھی وہ یہی سب سوچ رہی تھی جب ہادی منہ بنائے اس کے پاس آیا۔

"اما ! اما"

وہ کب سے اسے بلا رہا تھا لیکن وہ اور ہی خیالوں میں گم تھی جب ہادی نے اس کا بازو زور زور سے ہلانے لگا۔

"اف کیا ہے ہادی کیوں تنگ کر رہے ہو !"



ہانی نے تنگ آکر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ایک تو پہلے اسے شاہ پر غصہ آیا ہوا تھا ایسے میں اس وقت ہادی کا یوں تنگ کرنا اسے مزید جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی۔۔۔

"ماما کب سے آپ نے مجھے آنسکریم نہیں کھلائی۔۔۔"

ہادی منہ بسورتے ہوئے اپنی شکایت بتا رہا تھا۔۔۔

"اپنے پیارے بابا سے کیوں نہیں کہتے وہ لے جائیں نا تمہیں۔۔۔"

ہانی نے تپے ہوئے انداز میں کہا تھا۔۔ اسے ہادی کا زین سے زیادہ اٹچ ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔ اسی لیے اسے ڈانٹ دیا تھا۔۔۔

"آپ بہت بری ہیں۔۔۔ بابا اچھے ہیں۔۔ میں آپ سے بات نہیں کروں گا۔۔"

ہادی نے روتے ہوئے منہ موڑ لیا تھا۔۔ اس کے رونے سے ہانی کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ وہ جلدی سے اسے گود میں لیتے ہوئے بولی۔۔۔

"اچھا سوری ! ہم آج ہی آسکریم کھانے جائیں گے۔۔"

ہانی نے اسے پیار کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

"سچی !"

ہادی نے خوش ہوتے ہوئے ہاتھ آگے کیا تھا۔ تاکہ وہ وعدہ کرے اور اپنی بات سے مکر نہ جائے۔۔۔

"بلکل سچ !"

ہانی نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے وعدہ کیا اور اس کا گال چوم لیا۔۔۔۔

"اما !"

ہادی نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔

"ہممم !"

ہانی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ---

"اما ہم بابا کو بھی ساتھ لے جائیں؟"

ہادی نے اس سے زین کو ساتھ لے جانے کی اجازت چاہی۔ جانتا تھا وہ زین سے چڑ کھاتی ہے اس لیے ڈرتے ہوئے پوچھا تھا --- اور نتیجہ حسبِ توقع آیا تھا ---

"بکل بھی نہیں صرف تم اور میں ! بس ہم دونوں جائیں گے۔"

ہانی نے ایک دم غصے سے کہا تھا --

"اوکے !"

ہادی نے فوراً کہا تھا -- جبکہ ہانی حیران تھی کہ وہ اتنی آسانی سے کیسے مان گیا تھا ---

"ٹھیک ہے میں چینج کر کے آتی ہوں پھر چلتے ہیں۔"

ہانی اسے صوفے پر بٹھاتی خود روم میں چلی گئی۔۔۔

جبکہ اب ہادی پیچھے کسی کو فون کرنے میں۔ صروف ہو گیا۔۔۔



ہانی آسکریم پارلر میں جانے ہی لگی تھی۔ جب کسی سے اس کی ٹکر ہوئی تھی۔۔۔

"آؤچ !"

ہانی نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا جو سامنے والے کے سر سے ٹکرایا تھا۔



لیکن سامنے نظر پڑتے ہی ایک خوشگوار حیرت نے اسے آن گھیرا اور ساتھ ہی نئی تیزی سے اس کی آنکھوں میں پھیلنے لگی تھی ---

"ہانی تم !"

سامنے موجود لڑکی نے خوشگوار حیرت کے ساتھ اسے گلے لگایا تھا ---



"ہانی !"

سمیرا نے خوشگوار حیرت سے اسے گلے لگایا تھا --- دونوں ایک دوسرے کو اتنے عرصے بعد دیکھ کر بہت خوش ہوئیں تھیں --- اس لیے آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے ---

جبکہ یہ سارا منظر ہادی کافی ناگواری سے دیکھ رہا تھا۔ اسے ان دونوں کے ایسے رونے سے الجھن ہو رہی تھی ---

"ماما چلیں نا؟ آسکریم بھی کھانی ہے۔"

تنگ آ کے ہادی نے اس کا دوپٹا کھینچتے ہوئے بولا تھا۔۔

"ہانی یہ تمہارا بیٹا ہے؟"

سمیرا نے پیار سے ہادی کے گال چھوتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

"ہاں ! ہادی سلام کرو آنٹی کو۔"

ہانی نے ایک وقت میں ہی سمیرا کو جواب دیتے ہوئے ہادی سے بھی کہا جو اس وقت خاصا ناراض لگ رہا تھا۔۔ کیونکہ آسکریم پارلر کے سامنے اسے آسکریم کا ویٹ کروایا جا رہا تھا۔۔ اس لیے اس نے ہانی کی بات سرے سے نظر انداز کر دی تھی۔۔

"ارے یہ تو بالکل تم پر نہیں گیا ہے۔ کتنا کیوٹ ہے نا گولو مولو سا ! اور ایک تم بکلیک سوکھا تیل۔۔"

ہانی اب ہادی کو گھور رہی تھی جب سمیرا نے اس کا دھیان ہادی سے ہٹانے کے لیے اسے  
چھیڑا تھا۔۔۔

لیکن یہ سچ ہی تھا۔ ہادی زین کی کاپی تھا۔ اور اسی بات سے ہانی کو چڑھو گئی وہ ابھی کچھ  
بولنے ہی والی تھی۔۔ جب نین نے سمیرا کو آواز دی تھی۔۔

"طلع بھی سمیرا۔۔ پری کب سے رو رہی ہے۔"

نین نے اسے بلاتے ہوئے اپنی تین سالہ بیٹی کا ذکر کیا جو نین نقش میں بالکل ہانی کے جیسی  
تھی۔ لیکن اس کی آنکھیں نین کی طرح گرین تھیں۔۔

ہانی نے پلٹ کے اس آواز کی طرف دیکھا تو حیران رہ گئی۔ کیا ایک ہی دن میں اس نے اسے  
سب اپنے ملوانے تھے۔

نین بھی ہانی کو سامنے دیکھ کر ششدر ہی رہ گیا تھا۔ جب ہانی سے دماغ نے کام کیا۔۔

"کیا یہ سمیرا کو بلا رہا تھا؟"

ہانی نے خود سے سوال کرتے ہوئے سمیرا کی جانب دیکھا جس نے اب پری کو نین سے لے کر خود اٹھا لیا تھا۔۔۔

"ہانی ! کہاں چلی گئی تھی تم۔۔۔ پتہ ہے کتنا ڈھونڈا ہے میں نے تمہیں۔"

نین ایک دم آگے بڑھا اور اس کو گلے سے لگا کر خود کو یقین دلانے لگا کہ انہیں ان کل ہانی مل گئی تھی۔۔۔ وہ بے و امید ہی چھوڑ چکا تھا۔۔۔

کافی دیر جب وہ دونوں یونہی کھڑے رہے تو سمیرا نے انہیں مخاطب کیا۔۔

"اہممم کیا بات ہے سارا دن بہن بھائی نے یونہی کھڑے رہنا ہے یا پھر ہانی کو گھر بھی لے کر چلنا ہے۔"



سمیرا نے انہیں یاد دلایا کہ وہ اس وقت پبلک پلیس پر کھڑے تھے ---

"ہاں کیوں نہیں چلو ہانی سب تم سے مل کر بہت خوش ہونگے۔۔۔"

نین اسے ساتھ لگائے گاڑی کی طرف بڑھا جبکہ ہادی اور پری کو ان سمیرا بیچاری اکیلے بامشکل گھسیٹتے ہوئے ساتھ لا رہی تھی --

"ویسے تم میرے بھائی کے ساتھ کیا کر رہی ہو؟"

ہانی نے آبرو اچکا کر سمیرا سے پوچھا --

"شوہر نادر ہیں میرے اور میری ایک عدد بیٹی کے باپ بھی --"

سمیرا کہاں چپ رہنے والوں میں سے تھی فوراً جواب دیا تھا۔

"کیااااا !"

ہانی اتنے زور سے چلائی تھی کہ سب کو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنا پڑا تھا ---

"اما آپ کو میوز نہیں ہیں کیا؟"

ہادی نے ماں کو دیکھتے ہوئے اس سے حساب برابر کیا تھا۔ وہ بھی تو ہر بات پر اسے میوز سکھاتی رہتی تھی ---

جبکہ ہانی نے اب اسے ایک گھوری دے نوازا تھا --- جو بہت مزے سے اپنی ماں کو سب کے سامنے بے عزت کر رہا تھا ---

باقی کا راستہ سب نے خاموشی سے کاٹا تھا ---



ہانی نے ڈرتے ہوئے قدم اندر رکھے تھے۔ اس تمام عرصے میں اظہار صاحب دے اسے جو بھی گلے تھے وہ خود ہی تم ہو گئے تھے۔۔۔

"اما ! بابا ! رانیہ دیکھو تو کون آیا ہے میرے ساتھ۔"

اندر آتے ہی نین نے سب کو اونچی آواز میں پکارا تھا۔۔۔ اس کی آواز سن کر سب باہر آ گئے تھے۔۔

اپنی سامنے ہانی کو دیکھ کر سب ہی بس حیرت سے اپنی آنکھوں پر یقین کرنے لگے کہ کہیں وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہے۔۔۔

لیکن وہ خواب نہیں حقیقت تھی۔۔۔ زینب بیگم نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔۔ کتنا ترسی تھیں۔۔ وہ اسے اپنے سامنے دیکھنے کے لیے۔۔۔ گلے لگانے کے لیے۔۔

"بس کر دو بیگم اب مجھے بھی میری بیٹی سے ملنے دو گی کہ وہ ہی قبضہ جمانے کا ارادہ ہے  
--"

اظہار صاحب جو کب سے اس سے ملنے کو بے تاب تھے لیکن ان کی بڑھتی محبت اور آنسوؤں کی  
رفتار دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ اتنی آسانی دے وہ دونوں الگ نہیں ہونے والی۔۔۔

"اوہ ماما ڈانٹ یو فیل بابا آپ سے جیلس ہو رہے ہیں۔"

رانیہ بھی کہاں چپ رہنے والوں میں سے تھی اس لیے اس سب میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری  
سمجھا تھا۔۔۔

جبکہ ہادی کو اپنا یوں اگنور کیے جانا سخت برا لگا تھا۔۔۔

"ماما کون ہیں یہ لوگ؟"

وہ منہ پھلائے حمنہ سے پوچھ رہا تھا۔۔۔



"ہانی یہ تمہارا بیٹا ہے؟"

زینب بیگم نے ہادی کو دیکھتے ہوئے پوچھا اور اسے گلے سے لگا کر پیار دینے لگیں۔۔۔

جب ہادی تنگ آگیا۔۔

"میرا سارا منہ گندا کر دیا ہے آپ نے !"

ہادی اپنا گال صاف کرتے ہوئے بولا تھا جہاں ابھی زینب بیگم نے اسے پیار کیا تھا۔۔

"بری بات ہادی !"

ہانی نے اسے غصے سے دیکھا جبکہ ہادی کی بات سن کر سب اب ہنس رہے تھے۔۔

"ہانی آپ کے بیٹے کے نخرے بالکل آپ جیسے ہیں۔"

رانیہ نے ہانی لڑچوٹ کی۔۔

"رانیہ مت تنگ کرو بہن کو۔"

اظہار صاحب ن رانیہ کو گھر کر چپ کروایا جبکہ رانیہ کا منہ بن گیا۔۔

"ہانی بیٹا اپنے بابا کو معاف کر دینا۔۔۔ اس وقت میں نے جو بھی کیا تھا صرف تمہاری بہتری کے لیے کیا تھا۔"

اظہار صاحب شرمندہ سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کے بیٹھے تھے۔۔۔

"بابا پلیز ! گنہگار تو نہ کریں مجھے۔۔۔ اور آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت بالکل نہیں ہے

----

جس کو ہے اس کی تو اکڑ ہی ختم نہیں ہوتی۔۔۔"

ہانی نے ان کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا جبکہ آخری بات زیر لب بڑبڑائی جو کسی نے نہیں سنی تھی ---

"ہانی بیٹا زیم کو بھی بلا لو آج تم لوگ ہماری طرف رکو گے۔"

اظہار صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے ہانی سے کہا تھا - وہ زیم سے ملنے چاہتے تھے ---

"جی بابا !"

ان کی بات سن کر ہانی کے چہرے پر سایہ لہرایا تھا --- اس کے ہاس تو زین کا نمبر ہی نہیں تھا ---

"میں ابھی انہیں کال کر کے آئی ---"

ہانی فوراً وہاں سے اٹھ کر باہر آئی تھی -- کافی دیر بعد سوچنے کے بعد جب کوئی سرا ہاتھ نہ لگا تو یہاں وہاں ٹہلتے ہوئے گھر کا جائزہ لینے لگی تاکہ واپس جا کے کوئی اچھا سا بہانہ بنا سکے ---

"بابا وہ میری بات ہوئی وہ کہہ رہے ہیں کہ۔۔۔"

اگلی بات ہانی کے منہ میں ہی رہ گئی کیونکہ سامنے شاہ صاحب اس کے گھر والوں کے ساتھ  
براجمان خوش گپیوں میں مصروف تھے۔۔۔

"آپ کیا کہہ رہی تھیں؟"

ہانی کو چپ ہوتے دیکھ کر فوراً ہی شاہ نے اس کا جھوٹ پکڑا تھا اسی لیے اب سب کے  
سامنے پوچھ رہا تھا۔۔۔

جبکہ ہانی بس کلس کر رہ گئی۔۔

"یہ شخص مجھے زلیل کروانے کے ارادے میں لگتا ہے۔ لیکن فکر نہ کرو آج تمہیں سبق ضرور  
سکھاؤں گی۔"



ہانی دل میں مصمم ارادے بناتی وہاں سے چلی گئی جبکہ اسے یوں غصے میں دیکھ کر زین مسکرا دیا تھا۔۔



ہادی نے جامے دے پہلے ہی زین کو فون پر بتا دیا تھا کہ ہانی اسے باہر لے جانے کے لیے راضی ہع گئی تھی۔۔۔

لیکن جب زین وہاں پہنچا تو اسے سمیرا اور نین کے ساتھ دیکھ کر ساقیڈ پر ہو گیا تھا اور پھر ان کا پچھا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گیا تھا۔۔

"سمیرا ! رانیہ ! کیا بنا رہی ہو تم لوگ؟"

ہانی نے کچن میں جھانک کر انہیں کوکنگ کرتے دیکھ کر پوچھا تھا۔۔۔

"رات کے لیے کھانا بنا رہے ہیں۔"

سمیرا نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔۔

"اچھا سنو !"

ہانی نے اسے دوبارہ بلایا۔۔۔

"ہاں بولو۔۔"

سمیرا نے آئل پین میں ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔

"کھانے میں زرا مرچ تیز رکھنا۔۔۔ زین کو تیز مصالحہ پسند ہے۔"

ہانی نے اپنی ہسی روکتے ہوئے کہا جانتی تھی وہ تیز مرچ برداشت نہیں کر سکتا اسی لیے بدلہ

لینے کا یہ طریقہ سوچا تھا۔۔۔

"شکر ہے تم نے بتا دیا ورنہ میں مرچ کم رکھتی۔۔"

سمیرا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔۔۔

"کوئی بات نہیں میں نے سوچا تمہیں بتا دوں تاکہ بعد میں مسئلہ نہ ہو۔"

ہانی مسکین سی شکل بناتی کچن سے نکل گئی۔۔

"اب مزہ آئے گا زین شاہ ! تمہیں بھی تو پتا چلے کس سے پنگا لیا ہے تم نے"

ہانی چہرے پر شرارتی مسکراہٹ سجائے زینب بیگم کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھ گئی۔ جہاں باقی

سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔۔۔

اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر زین کو گڑ بڑ کا احساس ہوا لیکن وہ کیا کرنے والی تھی یہ

وہ نہیں جان پایا تھا۔۔۔



رات کا کھانا لگ چکا تھا --- ہانی کی مسکراہٹ چہرے سے جدا ہی نہیں ہو رہی تھی --

"زین آپ یہ ڈش ضرور ٹرائی کریں -- بہت مزے کا بناتی ہے سمیرا--"

ہانی زین کے سامنے ڈشز کرتے ہوئے کہہ رہی تھی جبکہ زین تو اس کے انداز پر ہی حیران رہ گیا تھا ---

"آخر ہوا کیا ہے اسے یہ کیا کیسے پلٹی--"

زین حیرانی سے زیر لب بر بڑاتا ہوا ایک لقمہ منہ میں رکھنے لگا-- لیکن اگلے ہی پل اس کی ساری حیرت ختم ہوئی تھی ---

"پپ پانی !"

زین بامشکل بول پایا تھا ---



"کیا ہوا آپ کو؟"

ہانی آنکھیں پھیلائے اس سے پوچھ رہی تھی جیسے اسے زین کی بہت فکر ہو۔ لیکن دل میں وہ کتنی خوش تھی یہ صرف وہی جانتی تھی ---

"پانی !"

زین بس اتنا ہی بول پایا تھا --

"ایک منٹ میں دیتی ہوں --"

ہانی نے جلدی سے گلاس میں پانی ڈال کر آگے کیا۔۔۔ لیکن جیسے ہی زین اسے پکڑنے لگا ہانی نے فوراً گلاس الٹا کر دیا اور سارا پانی زین پر گرا دیا تھا۔۔۔

"اوہ ! ایکسیوز می میں ابھی آیا۔۔"

تھوڑا سکون آیا تو زین فوراً اٹھ کر واش روم کی طرف چل دیا۔۔۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ہانی بھی اس کے پیچھے ہی چل دی۔۔۔۔

"بابا بابا بابا ! کیسا لگ رہا ہے مسٹر زین۔۔۔۔"

وہ ٹشو سے کپڑے صاف کر رہا تھا جب اس کی آواز سن کر پلٹا تھا۔

"پتہ تھا مجھے تمہاری ہی حرکت ہو گی۔۔"

زین نے آگے بڑھ کر فوراً اسے بازوؤں سے پکڑا تھا۔۔

جبکہ ہانی اس کے ایکدم یوں قریب آنے پر گھبرا گئی تھی۔۔۔

"وہ مجھے کوئی کام یاد آ گیا ہے۔"

ہانی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا اسی لیے فوراً بہانہ بنایا۔۔۔

"ایسے کیسے اپنی حصے کی سزا بھی تو لے کر جاؤ۔"

زین نے ذومعنی انداز میں اسے اشارہ کیا۔ اس کی بات سن کر ہانی مزید گھبرا گئی تھی۔۔

"پلیز آپ جو بھی کہیں گے میں کروں گی مجھے جانے دیں۔۔۔"

ہانی نے التجاء کہا تھا۔۔

"جو کہوں گا؟"

اب کی بار زین نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔۔

"جج جی !"

ہانی نے مشکل سے الفاظ ادا کیے۔۔۔

"معافی !"

ہانی نے ایک دم سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔۔

"معافی چاہئے مجھے تم سے اپنی ہر غلطی کی۔۔۔ ہانی پلیز میں اپنی زندگی تمہارے اور ہادی کے ساتھ سے مکمل کرنا چاہتا ہوں۔"

شاہ نے منت بھرے لہجے میں کہا تھا۔۔۔ نی اس کی آنکھوں میں تیر رہی تھی۔۔۔ ہانی نے نظریں چرا لیں۔۔۔

"میں نے آپ کو معاف کیا۔۔۔"

مشکل سے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ اپنے آنسو روک پائی تھی۔۔

"نہیں ہانی ! ایسے نہیں مجھے دل سے معافی چاہئے ایسے زبردستی نہیں اور میں اس کے لیے اپنی آخری سانس تک انتظار کروں گا۔"



یہ کہہ کر وہ رکنا نہیں تھا اور ہانی بس آنکھوں میں آنسو لیے اسے جاتا دیکھتی رہ گئی ---



آج ہانی نے رانیہ کو اپنے گھر بلوایا ہوا تھا --- وہ اکیلی بور ہو رہی تھی تو رانیہ کو کمپنی دینے کے لیے بلوا لیا ---

ہانی کچن میں چائے بنانے گئی تھی --- جب لاؤنج میں کوئی چپکے سے چھپتے ہوئے داخل ہوا --- لیکن ہائے رے قسمت رانیہ کی نظر پڑ گئی --

"کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو؟ کہیں چوری کرنے تو نہیں آئے --- ویسے علیے سے لگ تو نہیں رہے چور لیکن لگتا ہے آج کل چوروں کا سٹینڈرڈ بھی ہائی ہو گیا ہے --- ویسے میرے ہوتے ہوئے تم ایک چیز کع بھی نہیں چھو سکتے ---"

رانیہ تع ناسٹاپ شروع ہو گئی تھی جبکہ سامنے کھڑا شخص حیرت سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اسے اسی کے گھر میں چور کہہ کر بلا رہی تھی اوپر سے اس کی پٹر پٹر چلتی زبان -----

"کیا ہوا رانیہ کون ہے کس سے باتیں کر رہی ہو؟"

اس کی آوازیں سن کر ہانی کچن سے باہر آئی تھی لیکن سامنے حنین کو دیکھ کر خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات لیے اس کی طرف بڑھی۔۔۔

"حنی تم ! وٹ آسہ پرائز۔۔۔ آنے سے پہلے بتا ہی دیتے۔۔۔"

ہانی اس کے قریب آ کر بولی۔۔۔

"آپی آپ اس کو جانتی ہیں؟"

رانیہ نے سن دونوں کو یوں بے تکلفی سے بات کرتے دیکھ کر پوچھا۔۔۔

"رانیہ یپ حنین ہے زین کا چھوٹا بھائی۔۔۔ اور حنین یہ رانیہ ہے میری چھوٹی بہن۔۔۔"

ہانی نے دونوں کا تعارف کروایا۔۔۔

"رٹیلی نائس ٹو میٹ یو۔۔۔"

حنی نے مسکراتے ہوئے ہاتھ رانیہ کی نظر بڑھایا تھا۔۔۔ جسے رانیہ نے گھوری کے ساتھ تھاما تھا۔۔۔

"ویسے بھابھی آپ کی بہن سنگل ہیں۔۔۔"

حنک نے اچانک سو کیا تھا۔

"ہاں کیوں؟"

ہانی نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں میں سوچ رہا تھا اس بار یہاں رہنے کا کوئی پکا بندوبست کروں اور ایک وجہ  
ڈھونڈوں۔۔۔"

حنی نے ہامی کو جواب دیتے ہوئے رانیہ کو دیکھ کر انکھ دبائی۔۔۔ اور ہانی مسکرا دی وہ اس کا  
مطلب سمجھ گئی تھی۔۔۔

"حنی تم یار بہت بری بات ہے بھائی سے پہلے بھابھی سے مل رہے ہو۔۔۔"

زین جو ابھی آفس سے ایس تھا حنی کو دیکھتے ہوئے نارمل انداز میں کہا۔۔۔

"آپ کو پتہ تھا کہ یہ آ رہا ہے؟"

ہامی اس کے انداز پر سمجھ گئی تھی کہ وہ پہلے سے جانتا ہے۔۔۔

جس پر دونوں بھائیوں نے کندھے اچکا دیے۔۔۔۔



"زین آپ فریش ہو جائیں میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔"

ہانی زین کو حیرتوں کے سمندر میں غوطہ لگاتے چھوڑ کے کچن میں چلی گئی۔۔۔

جبکہ وہ حیران سا کمرے میں چلا گیا۔۔۔

فریش ہو کر باہر نکلا تو ہانی اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ وہ کچھ نروس اور کنفیوز لگ رہی تھی۔۔۔ چائے سامنے ٹیبل پر ہی پڑی تھی۔۔۔

زین نے خاموشی سے چائے اٹھائی اور اس کا نام لے کر پینے کے لیے چائے منہ سے لگائی۔  
کہ نا جانے اب کیا ملایا ہو اس نے۔۔۔

لیکن مشید حیرت تب ہوئی جب چائے بالکل ٹھیک تھی۔۔

"ہانی تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"

زین چائے واپس رکھتا اس کے قریب آکر اب اس کا ماتھا چھو کر دیکھ رہا تھا کہ کہیں اسے بخار تو نہیں ---

"پلیز زین ایک تو میں پہلے اتنی نروس ہو رہی ہوں اوپر سے آپ میرا مزاو مت بنائیں۔"

ہانی نے جھنجھلاتے ہوئے اس کے ہاتھ پیچھے کیے۔۔۔۔

"اچھا تو کیوں نروس ہیں مس ہانی !"

زین سینے پر بازو باندھ کر کھڑا ہو گیا اور غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے آئبرو اچکا کر پوچھا۔۔۔

"وہ میں آپ -- نہیں مکر مطلب آپ مجھ سے --- اہووو مجھے سمجھ نہیں آرہی میں کیسے بولوں۔"

ہانی بے بسی سے اس دیکھ کر رہ گئی ---

"کچھ بھی مت بولو ہانی ! ہر بات کہنے کے لیے الفاظ ضروری نہیں ہوتے۔۔۔ کچھ باتوں کو آنکھوں سے پڑھ لینا چاہیے۔۔۔ کچھ باتوں کو دل سے محسوس کرنا چاہیے۔۔۔"

آہستہ سے کہتا وہ اس کے قریب ہوا اور اسے اپنے بازؤں کے حصار میں لے چکا تھا۔۔۔ اور آہستہ سے اس کے در پر اپنی مہر محبت ثبت کی تھی۔۔

ہانی نے سر ادا کے سینے پر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔۔۔ بے شک محبت کو الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔ ادے تو محسوس کیا جاتا ہے۔۔۔ بنا بولے دوسرے کے دل کا حال جان لینا ہی محبت ہے۔۔۔

اور وہ ہمسفر ہی کیا جو اپنے ساتھی کے دل کی بات بنا سنے نہ جان پائے۔۔۔۔

اس حصار کو ہادی کی آواز نے توڑا تھا۔۔۔

"ہاااا ! بابا کتنے بے سرم ( بے شرم ) ہیں آپ لود ( لوگ )..."

ہادی نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں کیا ہوا ؟ اور کس نے یہ باتیں سکھائی آپ کو؟"

ہادی نے آگے بڑھ کے اس کا گال چھوتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"وہ ابھی تی وی ( ٹی وی ) پر بھی دو لود ( لوگ ) ایسے ہی کھرے ( کھڑے ) تھے تو آنی نے کہا یہ بے سرمی ( بے شرمی ) ہے ایسی چیزیں مت دیکھا کرو۔۔ اور میں نے آپ کو بھی نہیں دیکھا۔۔۔"

ہادی نے پوری بات بتاتے ہوئے آخر میں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔۔۔

اس کے اس انداز پر ہانی کھلکھلا کر ہس دی جبکہ زین بھی مسکرا دیا۔۔۔



اس کی فیملی آج مکمل ہو گئی تھی --- اسے اس کی ہمسفر کا ساتھ مل گیا تھا ---  
سکون سے اس نے اپنی آنکھیں موند لیں ----

\*\*\*\*\* ختم شد \*\*\*\*\*

اردو میٹریل  
Classic Urdu Material